ہفت روزہ

خدام الدین لاہور



بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۸ر رجب المرجب ۱۳۸۴ھ

۱۳ر نومبر ۱۹۶۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

زندگی یا موت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ اُمَرَاءُکُمْ خِیَارُکُمْ وَ اَغْنِیَاءُکُمْ سُمَحَاءَکُمْ وَ اُمُوْرُکُمْ شُوْرٰی بَیْنَکُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ بَطْنِهَا وَاِذَا کَانَ اُمَرَاءُکُمْ شِرَارُکُمْ وَ اَغْنِیَاءُکُمْ بُخَلَاءُکُمْ وَ اُمُوْرُکُمْ اِلٰی نِسَاءِکُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ ظَهْرِهَا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نیک اور لائق آدمی تمہارے ہوتے رہیں گے اور خوشحال لوگ سخاوت کرنے والے ہونگے اور تمہارے اجتماعی معاملات آپس کے مشورہ سے طے ہوتے رہیں گے تو اس وقت تمہارے لئے زمین کی پیٹھ اس کے پیٹ سے بہتر ہوگی۔ اور جس وقت نا اہل اور برے لوگ تمہارے امیر ہوں گے۔ اور خوشحال لوگ بخیل ہوں گے اور اجتماعی معاملات عورتوں کے سپرد ہوں گے (تو اس وقت، تمہارے لئے زمین کا پیٹ زمین کی پیٹھ سے بہتر ہے

فلاحی مملکت؟

عَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ قَالَ لَمَّا بَلَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَهْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَّکُوْا عَلَیْهِمْ بِنْتَ کِسْرٰی قَالَ لَنْ یُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَهُمْ اِمْرَاَةً (رواہ البخاری)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ کسریٰ کی بیٹی ایران کی بادشاہ مقرر ہوئی تو حضورؐ نے فرمایا وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائیگی جو عورت کو اپنا والی بنائے۔

بزعم خود مسلمان؟

عَنِ الْحَارِثِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ آمُرُکُمْ بِخَمْسٍ بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاِنَّهٗ مَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ قِیْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ اِلَّا اَنْ یُّرَاجِعَ وَمَنْ دَعٰی بِدَعْوَی الْجَاهِلِیَّةِ فَهُوَ مِنْ جُثٰی جَهَنَّمَ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی وَ زَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ (رواہ احمد و ترمذی)

حارث الاشعریؓ کہتے ہیں۔ کہ حضور نے فرمایا کہ میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم کرتا ہوں۔ جماعت۔ سمع۔ طاعت۔ ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ یقین رکھو۔ کہ جو شخص جماعت سے بالشت بھر نکلا تو اس نے اسلام کا قلادہ اپنی گردن سے نکال دیا۔ مگر یہ کہ لوٹ آئے اور جو شخص جاہلیت کی طرف بلائے۔ تو وہ جہنم میں جھونکا جائے گا۔ اگرچہ روزہ رکھتا ہو۔ نماز پڑھتا ہو اور وہ اپنے آپ کو مسلمان بھی سمجھتا ہو۔

جھوٹ کی تصدیق

عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُعِیْذُكَ بِاللّٰهِ مِنْ اِمَارَةِ السُّفَهَاءِ قَالَ وَمَا ذٰلِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اُمَرَاءُ سَیَکُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ مَنْ دَخَلَ عَلَیْهِمْ فَصَدَّقَهُمْ بِکِذْبِهِمْ وَاَعَانَهُمْ عَلٰی ظُلْمِهِمْ فَلَیْسُوْا مِنِّیْ وَلَسْتُ مِنْهُمْ وَلَمْ یَرِدُوْا عَلَیَّ الْحَوْضَ وَمَنْ لَّمْ یَدْخُلْ عَلَیْهِمْ وَلَمْ یُصَدِّقْهُمْ بِکِذْبِهِمْ وَلَمْ یُعِنْهُمْ عَلٰی ظُلْمِهِمْ فَاُولٰئِكَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُمْ وَ اُولٰئِكَ یَرِدُوْنَ عَلَیَّ الْحَوْضَ (رواہ الترمذی والنسائی)

کعب بن عجرہ کہتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تیرے لئے بیوقوفوں کی امارت (حکمرانی) سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ عرض کیا کہ اس کا مطلب؟ فرمایا کہ میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے۔ کہ جو ان کے ہاں جائیں گے اور ان کے جھوٹ کی تصدیق کریں گے۔ اور ان کے ظلم میں ان کی مدد کریں گے تو وہ مجھ سے نہیں اور میں اُن سے نہیں۔ اور نہ ہی وہ حوض پر میرے پاس آسکیں گے اور جو ان (حکمرانوں) کے ہاں نہیں جائیں گے اور نہ اُن کے جھوٹ کی تصدیق کرینگے اور نہ ان کے ظلم میں ان کی مدد کرینگے تو وہ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں۔ اور وہ حوض پر بھی میرے پاس آئیں گے

کتاب وسنت

عَنْ مَالِكِ ابْنِ اَنَسٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا کِتَابَ اللّٰهِ وَ سُنَّةَ رَسُوْلِهٖ (رواہ فی الموطا)

مالک ابن انسؓ سے روایت ہے۔ کہ حضورؐ نے فرمایا۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان کو پکڑے رہوگے گمراہ نہیں ہوگے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت

حرام اور حلال

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ وَ بَیْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا یَعْلَمُهُنَّ کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَی الشُّبُهَاتِ اِسْتَبْرَءَ لِدِیْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِی الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِی الْحَرَامِ کَالرَّاعِیْ یَرْعٰی حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِكُ اَنْ یَّرْتَعَ فِیْهِ اَلَا وَاِنَّ لِکُلِّ مَلِكٍ حِمًی اَلَا وَاِنَّ حِمَی اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ اَلَا وَ اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال بھی ظاہر ہے۔ اور حرام بھی ظاہر ہے ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے۔ تو جو شبہات سے بچ کر رہا اس نے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کرلیا اور جو شبہات میں پڑگیا وہ حرام میں پڑگیا جیسے چرواہا کہ چراگاہ کے گرد چراتا ہے تو بہت ممکن ہے کہ چراگاہ میں جا گھسے گا اور یقین جانئے کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے اللہ کی چراگاہ اس کے محارم ہیں خبردار جسم میں ایک لوتھڑا ہے جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ اور جب وہ سنورا ہوا ہو تو سارا جسم درست رہتا ہے اور وہ دل ہے۔

امیر پرنٹنگ پریس ... مولانا عبید اللہ انور ایڈیٹر پرنٹر پبلشر ... دفتر خدام الدین ...

ہفت روزہ
خدّام الدّین
لاہور

ایڈیٹر مناظر حسین نظرؔ

فون نمبر ۶۷۵۴۵

سالانہ چندہ ۱۱ روپے
ششماہی ۶ روپے

جلد ۱۰ | ۸ رجب المرجب ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۶۴ء | شمارہ ۲۶

قوموں کا عروج و زوال

غازی خدابخش

ہم بفضلِ ایزدی مسلمان ہیں - اس لئے ہم ایسی حکومت چاہتے ہیں جو صحیح معنوں میں اسلامی ہو - کفر و شرک کے رسم و رواج سے پاک اور منزّہ ہو - پاکستان کی عمر کچھ زیادہ نہیں - ابھی اس نے سنِ بلوغت میں قدم رکھا ہی ہے لیکن چہرے مہرے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ ادھیڑ عمر سے گزر کر بڑھاپے میں آ گیا ہے - اور اب یہ سسکیاں لے رہا ہے - ابتدائی عمر سے نکل کر ابھی اس پر عنفوانِ شباب آنا تھا - لیکن اس کی امت اس کی آبادی کی حالت کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ رُو بہ عروج ہونے کی بجائے رو بہ زوال نظر آتی ہے - کیونکہ علامہ اقبال جیسا مفکر کہہ گیا ہے ؎

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیرِ امم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل طاؤس و رباب آخر

قومیں جب پنپتی ہیں اور پروان چڑھتی ہیں تو بدر و حنین جیسے معرکوں میں اعدائے اسلام کے مقابلے میں سینہ سپر ہوتی ہیں - یہ ان کی ابتداء ہوتی ہے - یہ ان کے ابھرنے کا وقت ہوتا ہے لیکن جب وہ بلندی سے گرنے پر آتی ہیں تو ان کے ہاتھ میں شمشیر و سناں کے بدلے طاؤس و رباب دکھائی دیتے ہیں وہ جرأت و جسارت کے کام چھوڑ کر عیش و آرام میں مشغول ہو جاتے ہیں وہ میدانِ کارزار میں نہیں بڑھتے وہ گانے بجانے کی محفلیں سجاتے ہیں - وہ رہوارِ ہمت پر سوار نہیں ہوتے وہ آرام طلب ہو جاتے ہیں۔

آج روزانہ اخبارات پر نظر ڈالیے تو سینما کے فلمی اشتہارات و تصاویر سے ان کے صفحات سیاہ دکھائی دیتے ہیں - ان کی آمدنی سے وہ جیتے ہیں - اس وقت بھی لاہور کا ایک روزانہ اخبار ہمارے پیش نظر ہے - اس میں شہری سینما کے اشتہاروں کے علاوہ رقص و سرود کے فوائد پر مضمون بھی درج ہے آج کل یہ گانے بجانے اور ناچنے والے مردوں اور عورتوں کا وفد پاکستان کی سرزمین پر براجمان ہے - چنانچہ وہ مردہ دلان لاہور کو عربی موسیقی کی مسحورکن دھنوں اور مصر کے عوامی رقصوں کی زندگی بخش دلکشی سے محظوظ کر رہے ہیں۔

ہم تو آقائے نامدار سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی حدیث سنتے آتے ہیں کہ تم قرآن حکیم کو عربوں کے لہجوں اور ان کی آوازوں میں پڑھو - کہیں یہ نہیں سنا تھا کہ عربوں کی موسیقی کو ان کی دھنوں میں سنو - ہم نے تو کئی مرتبہ اپنے استاذ محترم حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ سے یہی سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں گانے بجانے کی چیزوں کو توڑنے کے لئے آیا ہوں چنانچہ انہوں نے شہادۃ الاخیار علی حرمۃ المزامیر یعنی باجے کی حرمت پر ایک پمفلٹ بھی لکھ کر شائع کر دیا۔

پہلے ہی ریڈیو کے کچے پکے راگ کیا کم تھے جو اب عربی موسیقی کی دھنوں سے عوام کو آگاہ کیا جا رہا ہے - سچ پوچھیں تو یہ قوم کو تباہی کے بھنور میں ڈبونے کے سامان ہیں - یہ اس دور کی چال ڈھال سے بھنور سے نکلنے کے بجائے غرقاب ہوتی ہی نظر آتی ہے - اس کو بچانے کی ایک ہی راہ ہے اور وہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ ہے - اس کو چھوڑ کر یہ اعرابی جتنا چلے گا وہ کعبے کو نہیں پہنچے گا - وہ ترکستان ہی کو جائیگا جہاں روسیوں کی حکومت ہے - اور وہ خدا کے منکر ہیں -

مسلمان مومن نے تو خدا تعالےٰ سے جنت کے بدلے مال و جان کا سودا کیا ہوا ہے - کہ وہ اس کی راہ میں قتل کرے گا اور قتل ہوگا - اس کے اس قتل ہونے کو کوئی اسے مردہ نہیں کہے گا - بلکہ وہ تو زندہ ہے اگرچہ دوسروں کے شعور میں یہ بات نہ آئے - وہ تو اپنے اللہ کے ہاں رزق دیا جاتا ہے - کاش! ہم اس گُر کو سمجھتے اور اقوام عالم پر بھروسہ کر کے سترہ سال ضائع نہ کرتے - اب بھی مسئلۂ کشمیر کا حل شاستری کے بس کا روگ نہیں ہے بلکہ مسلمان موسیقی کی دھنوں اور رقاصوں اور رقاصاؤں کے رقصوں کو چھوڑ دیں - اور پھر سروں سے باندھ کر کفن تکیہ برب ذوالمنن میدان میں نکل آئیں تو کشمیر کا مسئلہ کیا حل ہو بلکہ سارے بھارت کے مسلمان بھی چین کی زندگی بسر کر سکتے ہیں - اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر سیسہ پلائی دیوار کی طرح لڑتے ہیں - وہ اپنے باپ، بیٹوں، بھائی، بیویوں اور برادری تک کی پروا نہیں کرتے - وہ اپنے کمائے ہوئے مال کو نگاہ میں نہیں لاتے - وہ جس تجارت کے بند ہونے کا انہیں خوف ہو اس پر لات مارتے ہیں - وہ اپنی پسند کے محلات کو خاطر میں نہیں لاتے - وہ اگر چاہتے ہیں - تو مندرجہ بالا آٹھ چیزوں کے مقابلے میں صرف تین چیزیں چاہتے ہیں اور وہ اللہ ہے - اس کا رسولؐ ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد ہے - اور یاد رکھیں وہ ان تین کے مقابلے میں آٹھ کے خواہاں ہوں گے تو اللہ کے حکم عذاب کا انتظار کریں - اللہ نافرمانوں کو کبھی راستہ

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

مجلس ذکر ۲۹ر جمادی الثانی ۱۳۸۴ھ مطابق ۵ر نومبر ۱۹۶۴ء

اولیاء اللہ بادشاہوں سے زیادہ نازک مزاج ہوتے ہیں

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد۔

عرض یہ ہے کہ دنیا میں ایک مقولہ مشہور ہے کہ بادشاہ بڑے نازک مزاج ہوتے ہیں ؂

نازک مزاج شاہاں تاب سخن ندارد

میں کہتا ہوں کہ یہ غلط ہے اولیاء کرام کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں ان سے ایک قسم وہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نور باطن عطا فرماتے ہیں اصل میں وہ نازک مزاج ہوتے ہیں بادشاہ صاحب کا جب کھانا آتا ہے وہ اس وقت تک نہیں کھا سکتے جب تک ڈاکٹر نہ آئیں اور ٹیسٹ کرکے پتہ نہ لگائیں کہ کھانے میں کسی نے زہر تو نہیں ملا دیا بادشاہ سلامت کے سامنے کھانا رکھا ہے لیکن ان کو پتہ نہیں کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے یا نہیں۔ ان کے مقابلہ میں اولیاء کرام دس میل بلکہ سو میل سے بتلا دیں گے کہ پلاؤ میں چاول حلال کے ہیں یا حرام کے گوشت حلال کا ہے۔ یا حرام کا گھی حلال کا ہے یا حرام کا پیاز حلال کا ہے یا حرام کا پانی حلال کا یا حرام کا بعض اوقات پانی بھی حرام کا ہوتا ہے۔ آپ ان کو صرف سمت بتلا دیں جہاں کھانا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ایسی دید عطا فرماتے ہیں کہ وہ ایک منٹ سے پہلے بتلا دیں گے کہ ھٰذا حلالٌ وھٰذا حرامٌ (یہ حلال ہے یہ حرام ہے)، بادشاہ سلامت کے سامنے کھانا رکھا ہے لیکن ان کو پتہ نہیں لگتا کہ اس میں زہر ہے یا نہیں۔ اولیاء کرام سو میل سے بتلا دیں گے کہ کھانا حلال کا ہے یا حرام کا۔ بادشاہ نازک مزاج ہوئے۔ یا اولیاء کرام؟ ان کو جب پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ کھانا حرام کا ہے۔ تو آپ ان کو کروڑ روپیہ بھی دیں تو وہ کھانا ہرگز نہیں کھائیں گے وہ کہیں گے کہ میں آپ کے کروڑ روپیہ پر پیشاب بھی نہیں کر سکتا۔ میں کہا کرتا ہوں کہ انگریز کی وائرلیس دیر میں آتی ہے اولیاء کرام کی وائرلیس ایک منٹ سے بھی پہلے اطلاع دیتی ہے یہ علم غیب نہیں ہے۔ علم غیب وہ ہے جو بلا وسیلہ بلا ذریعہ خود بخود حاصل ہو یہ فقط اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ الآیہ (سورۃ النمل رکوع ۵ پ ۲۰)

ترجمہ کہدیجئے۔ اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا۔ جس طرح کیمیا گر لاکھوں میں کوئی ہوتا ہے۔ بعض انسان کیمیا کے پیچھے پڑ کر اپنی جائداد اولاد بیوی کے زیور فروخت کر دیتے ہیں۔ اسی طرح اولیاء اللہ بھی ایسے بہت کم ہوتے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نور باطن عطا فرماتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں۔ اول تو شیخ کامل کا ملنا مشکل ہے۔ اگر مل جائے۔ تو ان سے فیض حاصل کرنا ہر شخص کا کام نہیں شیخ کامل ہو اور طالب صادق ہو اور اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو تو مدت مدیدہ کے بعد نور باطن حاصل ہو جاتا ہے۔ میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ طالب صادق وہ ہے جس کا شیخ کامل کے قلب سے عقیدت۔ ادب اور اطاعت کی تین تاروں کے ذریعہ کنکشن ہو۔ اگر ان میں سے ایک تار بھی کٹ جائے تو طالب کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ نور باطن کا حاصل ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اگر شیخ کامل مل جائے تو نور باطن حاصل ہو جاتا ہے لیکن لینے والا بھی کوئی ہوتا ہے۔ اور دینے والا بھی کوئی اور مدتہائے مدیدہ کی محنت اور ریاضت کے بعد یہ نعمت حاصل ہوتی ہے۔ لہذا اولیاء کرام کی اس استعداد اور قابلیت کو علم غیب ہرگز ہرگز نہیں کہا جا سکتا اولیاء کرام کی برکت سے یہ نعمت حاصل ہوتی ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرماتے ہیں۔ وہ اس کے مقابلہ میں دنیا ومافیہا کے سارے خزانوں کو ہیچ سمجھتے ہیں۔ ایسا شخص مجال ہے۔ حرام چیز کھائے یا حرام چیز پئے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اگر میں نے حرام کھایا یا پیا تو اللہ تعالیٰ کے نام کا نور بجھ جائے گا۔ مرنے کے بعد دنیا ومافیہا کے خزانے نہیں رہ جائیں گے۔ لیکن یہ نور قبر میں بھی ساتھ جائے گا میدان محشر میں بھی اس کو ساتھ لے کر اٹھیں گے اور اسی نور کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے وہاں بھی مورد بنیں گے اللہ ھو کے پاک نام میں اتنی لذت ہے کہ دنیا کی کوئی لذت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی راستہ یہی ہے جس پر آپ جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اس پر چلائے۔

مسئلہ یہ ہے کہ کافر کے ذبیحہ کے سوا اس کی ہر چیز کھانی جائز ہے۔ بشرطیکہ اس میں ہمارے مذہب کی رو سے کوئی حرام چیز کی ملاوٹ نہ ہو اس کے ہاتھ کے پکے ہوئے پکوڑے اور مٹھائی وغیرہ کھانی شرعاً جائز ہے تقسیم سے پہلے اکثر مسلمان ان کی دکانوں سے لے کر یہ چیزیں کھایا کرتے تھے۔ لیکن اس راہ پر چلنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ کافر کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیز سے پرہیز کریں۔ کیونکہ اس کا روحانیت پر اثر پڑتا ہے بے نماز مسلمان کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیز کی تاثیر تو زیادہ ہوگی یہ تقویٰ ہے۔

ایک مولوی صاحب مجھ سے اللہ تعالیٰ کا نام پوچھ گئے۔ سال کے بعد آئے اور کہنے لگے کہ مجھے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ میں نے پوچھا آپ روٹی کہاں سے کھاتے ہیں۔ کہنے لگے کہ طلباء کے لئے لوگوں کے گھروں سے جو روٹیاں آتی ہیں۔ اس میں سے میں بھی کھا لیتا ہوں۔ میں نے کہا اسی وجہ سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوا پکانے والی کوئی بے نماز ہوگی کوئی جُنبی ہوگی۔ کسی کے ہاں کمائی حرام کی ہوگی آپ حلال حرام سب کچھ کھا جائیں اور پھر چاہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام کا نور بھی آئے یہ مشکل ہے ؂

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں
ایں خیال وست ومحال است وجنوں

میں عرض کر رہا تھا کہ اولیاء اللہ کی ایک قسم وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ باطن کا نور فرماتے ہیں۔ اصل میں وہ نازک مزاج ہوتے ہیں دس میل بلکہ سو میل کے فاصلہ پر آپ کوئی چیز پکا کر رکھ آئیں وہ ایک منٹ میں بتلائیں گے کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں چیز حرام ہے اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے جب کھانے پینے کی چیزوں میں تمیز پیدا ہو جاتی ہے تو ہر چیز میں تمیز ہو جاتی ہے۔ کپڑے میں تمیز ہوتی ہے مکان میں تمیز ہوتی ہے کہ حلال کی کمائی سے بنا ہوا ہے یا حرام کی کمائی سے حرام مال سے بنے ہوئے مکان میں رہنے کی بجائے اللہ والے مسجد میں رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو نور باطن عطا فرمائے۔ تاکہ ہم کھانے پینے کی چیزوں کپڑوں اور مکان کے متعلق حرام سے بچ سکیں۔ آمین یا الٰہ العالمین

پروگرام حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

روانگی:- ۱۳ر نومبر بعد نماز جمعہ ملتان۔
۱۴ر نومبر میانوالی اور مضافات

خطبہ جمعہ یکم رجب المرجب ۱۳۸۴ھ مطابق ۶ نومبر ۱۹۶۴ء

بارگاہِ الٰہی میں

سچے مومن کون لوگ ہیں

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہ العالی

پہلا شاہد

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ۝

(سورۃ الانفال، رکوع ۱ - پارہ ۹)

ترجمہ:- ایمان والے وہی ہیں۔ جب اللہ کا نام آئے تو ان کے دل ڈر جائیں اور جب اس کی آیتیں ان پر پڑھی جائیں تو اُن کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور وُہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ وُہ جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں یہی سچے ایمان والے ہیں۔ ان کے رب کے ہاں ان کے لئے درجے ہیں اور بخشش ہے اور عزّت کا رزق ہے۔

حاصل

ان آیات کا یہ ہے کہ (اِنَّمَا عربی زبان میں کلمہ حصر کا ہے یعنی) مومن فقط یہی لوگ ہیں جن کی آگے صفتیں مذکور ہیں:۔

پہلی صفت جب اللہ تعالیٰ کا نام آئے تو وہ ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں اُن پر پڑھی جائیں تو ان آیتوں کے سننے سے اُن کے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے (ایمان تو پہلے بھی تھا۔ اب ان پر عمل کرنے کا عزم بالجزم بڑھتا ہے) اور وُہ ہر معاملہ میں اپنے رب پر اچھے نتائج نکلنے کا بھروسہ رکھتے ہیں اور وُہ لوگ عبادتِ خداوندی جو ہر مرد و زن پر لازم ہے باقاعدہ ادا کرتے ہیں یعنی نماز باقاعدہ پڑھتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے باقاعدہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ کم از کم زکوٰۃ تو ادا کرتے ہیں۔ یہی سچے اور کھرے مومن ہیں۔ ان کے لئے اللہ تعالےٰ کے ہاں ان کے نیک عملوں کے سبب بخشش اور عزت کا رزق ہے۔

نتیجہ

جو شخص اللہ تعالےٰ کی بارگاہ سے یہ دو نعمتیں حاصل کرنا چاہے وہ مذکورۃ الصدر پانچ صفتیں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ وما علینا الا البلاغ۔ واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم

ان مذکورۃ الصدر پانچ صفتوں سے متصف حضرات

نے اللہ تعالےٰ سے ایک عجیب سودا کیا۔ اور اس میں بڑا نفع پایا۔ یعنی فانی نعمتیں دیں اور باقی رہنے والی نعمتیں اللہ تعالےٰ سے خرید لیں۔ ان حضرات کی خوش نصیبی پر رشک آتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہر ایک مسلمان کو ایسے سودا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کہ فانی نعمتیں دیں اور اللہ تعالیٰ سے سدا رہنے والی نعمتیں معاوضہ میں لیں۔

مثلاً

ایک شخص عمرِ فانی اللہ تعالےٰ کے دین کی خدمت کے لئے وقف کرتا ہے۔ کسی سے اپنی حاجت کا اظہار نہیں کرتا اور عُسر و یُسر میں اللہ تعالےٰ کے دین کی خدمت نباہے جا رہا ہے۔ اس شخص نے فانی عمر کو اللہ تعالیٰ کے نام پر وقف کر کے اللہ تعالےٰ سے آخرت کی نعمتیں خرید لیں۔ یہ تو بڑا سستا سودا ہے فانی چیز دی اور باقی رہنے والی بہشت اللہ تعالےٰ سے لی۔

رزق کا سوال ہی نہیں

ایسے خدا پرست لوگ اپنا یا اپنے بال بچّوں کا کبھی یہ خیال نہیں کرتے کہ بچے کہاں سے کھائیں گے کسی اللہ والے نے کیا خوب فرمایا ہے

خدا خود میر ساماں است ارباب توکل را

دوسرا شاہد

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ۝

(سورۃ الانفال - رکوع ۱۰ - پ ۱۰)

ترجمہ:- اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے گھر چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے انہیں جگہ دی اور ان کی مدد کی۔ وہی سچے مسلمان ہیں۔ ان کے لئے بخشش اور عزت کا رزق ہے۔

حاصل

کہ جو لوگ ایمان لاتے اور اسلام کے سربلند کرنے کی خاطر اپنے گھر بار بھی قربان کر دیئے یعنی گھر بار قربان کر کے نکل آئے اور دُوسرے وہ مسلمان جنہوں نے ان مہاجرین کو اپنے ہاں جگہ دی کہ آیئے آیئے شوق سے آیئے۔ آپ ہمارے مسلمان بھائی ہیں۔ لہٰذا ہماری زمینوں میں آ کر آباد ہو جایئے۔ علاوہ ازیں جو خدمت ہم سے ہو گی، ہم آپ کی ہر خدمت

کو رضائے الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے یہ

دونوں قسم

کے حضرات اپنے اخلاص اور اعمال صالحہ کی برکت سے مقبول ہوئے۔ و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

اللہ والوں

کو یقین ہو جاتا ہے کہ رزق کا ٹھیکہ تو اللہ تعالےٰ نے خود لے لیا ہے۔ ہماری سردردی اس میں فضول اور لایعنی ہے۔

گوش ہوش سے سنئے

قولہ تعالیٰ:۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (الآیہ)

(پارہ ۱۲۔ سورہ ہود۔ رکوع ۱)

ترجمہ:۔ اور زمین پر کوئی چلنے والا نہیں مگر اس کی روزی اللہ پر ہے۔

جب اللہ تعالےٰ نے

روزی بہم پہنچانے کا اعلان فرمایا ہے اور ذمہ لیا ہے۔ پھر بھی جو فرائض من جانب اللہ ہیں انہیں ضائع کر کے روزی کمانا یہ خدا تعالےٰ پر بے اعتمادی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

برادران اسلام!

تم کچھ بھی نہ کرو۔ فقط بیٹھ کر اللہ تعالےٰ کے بھروسے پر خدا تعالیٰ کو یاد کرو۔ دیکھو روزی پہنچاتا ہے یا نہیں!

آزما کر

تو دیکھو۔ اللہ تعالےٰ کا وعدہ کیسا سچا نکلتا ہے۔ اعلانِ خداوندی ملاحظہ ہو۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝

(سورۃ النساء رکوع ۱۱ پارہ ۵)

ترجمہ:۔ اور اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے۔

جائے استاد خالی است

اصل بات یہ ہے کہ جن حضرات کو اعتماد علی اللہ والوں کی صحبت نصیب ہو جاتی ہے وہ بقول ؏

بلے میوہ زمیوہ رنگ گیرد

وہ حضرات تو اللہ تعالےٰ کے دین کی خدمت کرنے میں محض اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا سیکھ جاتے ہیں۔ اور جنہیں صحبت اللہ والوں کی نصیب نہ ہو وہ شاذ و نادر ہی اس منزل پر پہنچ سکتے ہیں۔

قیامت کے دن کفّار کے ساتھ سلوکِ الٰہی

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۙ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ (سورہ آل عمران۔ ع ۲۔ پ ۳)

ترجمہ:۔ بے شک جو لوگ کافر ہیں۔ ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے مقابلے میں ہرگز کام نہیں آئیں گے اور وہ دوزخ کا ایندھن ہیں۔ جس طرح فرعون والوں اور ان سے پہلے لوگوں کا معاملہ تھا۔ انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا پھر اللہ نے ان کے گناہوں کے سبب سے انہیں پکڑا اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ کافروں کو کہہ دے کہ اب تم مغلوب ہوگے اور دوزخ کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

حاصل

آیات مذکورۃ الصدر کا حاصل یہ ہے کہ کافروں کو مال کی بہتات اور اولاد کی کثرت پر ناز نہیں کرنا چاہئے۔ مال یا اولاد بدعملوں کو دوزخ سے نہیں بچا سکیں گے۔ جو لوگ مال کی بہتات پر نازاں اور اولاد کی کثرت پر بھروسہ رکھتے ہیں وہ مطلع ہو جائیں۔ اللہ تعالےٰ کے غضب کے مقابلہ میں یہ کوئی چیز نہیں ہیں۔ یہ چیزیں ان گنہگاروں کو دوزخ سے نہیں بچا سکیں گی۔

تکذیب آیاتِ الٰہی

کرنے والوں کو عذابِ الٰہی سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اسی لئے تو ارشادِ الٰہی نازل ہو رہا ہے کہ کافروں سے کہہ دو کہ خدا پرستوں کے لشکر کے سامنے تمہیں مغلوب کیا جائیگا۔ اور پھر مرنے کے بعد جہنم رسید کئے جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

مومنوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی مدد کا ہونا

تم نے غزوۂ بدر میں ملاحظہ نہیں کیا کہ کافر ایک ہزار تھے جن کے پاس سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے۔ دوسری طرف مسلمان مجاہدین تین سو سے کچھ اوپر تھے۔ جن کے پاس کل ستر اونٹ دو گھوڑے چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں۔ اور تماشا یہ تھا کہ ہر ایک فریق کو حریف مقابل اپنے سے دُگنا نظر آتا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کفار کے دل مسلمانوں کی کثرت کا تصور کر کے مرعوب ہوتے تھے۔ اور مسلمان اپنے سے دگنی تعداد دیکھ کر اور زیادہ حق تعالےٰ کی طرف متوجہ ہوتے اور کامل توکل و استقلال سے خدا تعالےٰ کے وعدہ

"ان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین"

پر اعتماد کر کے فتح و نصرت کی امید رکھتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے مسلمانوں کو فتحِ عظیم عطا فرمائی اور جنگِ بدر میں کفار کے ستر بڑے بڑے سردار مارے گئے اور ستر قید ہوئے۔ اس طرح کفر کا زور ٹوٹا۔ سورۂ انفال میں عموماً اسی واقعہ کے اجزاء و متعلقات کا بیان ہوا ہے۔

حق پرستوں

کے لئے یہ عبرت ناک واقعہ ہے۔ کہ باوجود قلتِ تعداد اور قلتِ اسلحہ کے مسلمان فتحِ عظیم پاتے ہیں۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

حاجی کمال الدین لاہور

بے فائدہ بات سے سکوت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ خیر کی بات منہ سے نکالے یا چُپ رہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضورؐ کا یہ پاک ارشاد جامع کلمہ ہے اس لئے کہ جو بات کہی جاتی ہے وہ یا تو خیر ہوگی یا شر اور خیر میں ہر وہ چیز داخل ہے جس کا کہنا مطلوب ہے۔ فرض ہو یا مستحب۔ اس کے علاوہ جو رہ گیا وہ شر ہی شر ہے۔ یعنی اگر کوئی ایسی بات ہو جو بظاہر نہ خیر معلوم ہوتی ہو نہ شر۔ وہ حافظ کے کلام کے موافق شر میں داخل ہو جائیگی اس لئے کہ جب کوئی فائدہ اس سے مقصود نہیں تو لغو ہوئی وہ خود شر ہے۔

حضرت حبیبہؓ نے حضورؐ کا ارشاد نقل کیا کہ آدمی کا ہر کلام اس پر وبال ہے کوئی نفع دینے والی چیز نہیں بجز اس کے کہ بھلائی کا حکم کرے یا برائی سے روکے یا اللہ جل شانہٗ کا ذکر کرے۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے عرض کیا۔ مجھے کچھ وصیت فرما دیجیے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں اللہ کے خوف کی نصیحت کرتا ہوں کہ یہ تمہارے ہر کام کے لئے زینت ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کچھ اور۔ فرمایا کہ قرآن شریف کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کا اہتمام کہ یہ آسمانوں میں تمہارے ذکر کا سبب ہے اور زمین میں تمہارے لئے نور ہے۔ میں نے اور زیادتی چاہی تو ارشاد فرمایا۔ کہ سکوت بہت کثرت سے رکھا کرو۔ یہ شیطان کے دور رہنے کا ذریعہ ہے اور دینی کاموں میں مدد کا سبب ہے۔ میں نے اور زیادتی چاہی تو فرمایا کہ ہنسنے کی زیادتی سے بچا کرو۔ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور منہ کی رونق کم ہو جاتی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کچھ اور۔ فرمایا۔ حق بات کہو چاہے کڑوی ہی کیوں نہ ہو۔ میں نے عرض کیا کچھ اور۔ فرمایا۔ اللہ کے معاملے میں کسی کا خوف نہ کرو۔ میں نے عرض کیا کچھ اور۔ فرمایا کہ تمہیں اپنے عیوب کا فکر لوگوں کے عیوب کو دیکھنے سے روک دے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ کہ زبان اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اور اس کی عجیب و غریب صنعتوں میں سے ایک صنعت ہے۔ اس کا جثہ چھوٹا ہے لیکن اس کی اطاعت اور گناہ بہت بڑے ہیں۔ حتیٰ کہ کفر اور اسلام جو گناہ اور طاعت میں دو آخری کناروں پر ہیں اسی سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کے بعد اس کی بہت سی آفتیں شمار کی ہیں۔ بیکار گفتگو، بیہودہ باتیں، جنگ و جدل، منہ پھیلا کر باتیں کرنا، مقفیٰ عبارتوں اور فصاحت میں تکلف کرنا، فحش بات کرنا، گالی دینا، لعنت کرنا، شعر و شاعری میں انہماک، کسی کے ساتھ تمسخر کرنا، کسی کا راز ظاہر کرنا، جھوٹا وعدہ کرنا، جھوٹ بولنا، قسم کھانا، کسی پر تعریض کرنا، تعریض کے طور پر جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، چغلی کھانا، دو رنگی باتیں کرنا، بے محل کسی کی تعریف کرنا، بے محل سوال کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اتنی کثیر آفتیں اس چھوٹی سی چیز کے ساتھ وابستہ ہیں کہ ان کا مسئلہ نہایت نازک ہے اسی وجہ سے حضورؐ نے چپ رہنے کی بہت ترغیب فرمائی ہے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص چپ رہا وہ نجات پا گیا۔

ایک صحابی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! مجھے اسلام کے بارے میں ایسی چیز بتا دیجئے کہ آپ کے بعد مجھے کسی سے پوچھنا نہ پڑے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اللہ جل شانہٗ پہ ایمان لاؤ۔ اور اس پر استقامت رکھو۔ انہوں نے عرض کیا حضورؐ! میں کس چیز سے بچوں۔ فرمایا۔ اپنی زبان سے۔ ایک اور صحابی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! نجات کی کیا صورت ہے۔ فرمایا۔ اپنی زبان کو روکے رکھو اور اپنے گھر میں رہو (فضول باہر نہ پھرو) اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص دو چیزوں کا ذمہ لے لے میں اس کے لئے جنت کا ذمہ دار ہوں۔ ایک زبان دوسری شرمگاہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ جو چیزیں جنت میں داخل کرنے والی ہیں۔ ان میں سے اہم کیا چیز ہے۔ فرمایا۔ اللہ کا خوف اور اچھی باتیں۔ پھر عرض کیا گیا کہ جہنم میں جو چیزیں داخل کرنے والی ہیں ان میں سے اہم چیز کیا ہے۔ فرمایا منہ اور شرمگاہ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صفا، مروہ کی سعی کر رہے تھے۔ (صفا۔ مروہ مکہ معظمہ میں دو پہاڑیوں کے نام ہیں ان کے درمیان دوڑ لگا رہے تھے)۔ اور اپنی زبان کو خطاب کر کے کہہ رہے تھے۔ اے زبان! اچھی بات کہہ نفع کمائیگی اور شر سے سکوت اختیار کر کہ سلامت رہے گی۔ اس سے پہلے کہ شرمندہ ہو۔ کسی نے پوچھا۔ کہ یہ جو آپ فرما رہے ہیں۔ اپنی طرف سے فرما رہے ہیں یا آپ نے اس بارے میں کچھ حضورؐ سے سنا ہے۔ فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سنا ہے۔ کہ آدمی کی خطاؤں کا اکثر حصہ اس کی زبان میں ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اپنی زبان کو روکے رکھے خدا تعالیٰ اس کی عیب پوشی کرتے ہیں اور جو اپنے غصے پر قابو رکھے خدا تعالیٰ اس کو اپنے عذاب سے محفوظ فرماتے ہیں اور جو کوئی خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے عذر کو قبول فرماتے ہیں۔

حضرت معاذؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ کی اس طرح عبادت کرو۔ گویا کہ اس کو دیکھ رہے ہو اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار

کرو اور اگر تم کہو کہ میں وہ چیز بتاؤں جس سے ان چیزوں پر سب سے زیادہ قدرت حاصل ہو جائے۔ اور یہ فرما کر اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ ایک بدّو نے آ کر عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! مجھے ایسا عمل بتا دیجئے جو جنّت میں لے جانے والا ہو۔ ارشاد فرمایا بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔ پیاسے کو پانی پلاؤ۔ اچھی باتوں کا لوگوں کو حکم کرو۔ اور بُری باتوں سے روکو۔ اور یہ نہ ہو سکے تو اپنی زبان کو بھلی بات کے علاوہ بولنے سے روکے رکھو۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اپنی زبان کو خیر کے علاوہ سے محفوظ رکھو کہ اس کے ذریعے سے تم شیطان پر غالب رہوگے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام سے نقل کیا گیا کہ اگر کلام چاندی ہے تو سکوت سونا ہے۔

حضرت لقمان حکیم جو اپنی حکمت اور دانائی کی وجہ سے دنیا میں مشہور ہیں ایک حبشی غلام نہایت بد صورت تھے۔ مگر اپنی حکمتوں کی وجہ سے مقتدائے عالم تھے۔ کسی نے اُن سے پوچھا کہ تُو فلاں شخص کا غلام نہیں ہے۔ فرمایا۔ بیشک ہوں۔ پھر اس نے کہا کہ تُو فلاں پہاڑ کے نیچے بکریاں نہ چرایا کرتا تھا۔ فرمایا صحیح ہے۔ پھر اس نے کہا۔ کہ پھر یہ مرتبہ کس بات سے ملا۔ فرمایا۔ (چار چیزوں سے) اللہ کا خوف، بات میں سچائی، امانت کا پورا پورا ادا کرنا اور بے فائدہ بات سے سکوت۔

ان چند روایات سے معلوم ہوا کہ زبان کا مسئلہ نہایت اہم ہے جس سے ہم لوگ بالکل غافل ہیں جو چاہا زبان سے کہہ دیا حالانکہ خدا تعالیٰ کے دو نگہبان ہر وقت دن اور رات دائیں اور بائیں مونڈھوں پر موجود رہتے ہیں۔ جو ہر بھلائی اور برائی کو لکھتے ہیں۔ اس سب کے بعد خدائے تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا کیا کیا احسان ذکر کیا جائے کہ ہمیں ان سب کا علاج بھی بتا دیا مگر پھر بھی انسان سے بے التفاتی میں فضول بات نکل ہی جاتی ہے اللہ محفوظ فرمائے۔ آمین!

آدابِ دُعا

● حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ذکر فرماتے کسی شخص کا، پھر دُعا فرماتے اس کے لئے تو شروع کرتے اپنی ذات سے۔ (یعنی پہلے اپنے لئے دعا کرتے۔ پھر اس کے لئے۔ فقط۔) (ہمیں درود شریف سے دعا شروع کرنی چاہیئے)

● روایت ہے ابوہریرہؓ سے۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جس کو خوش آوے کہ اللہ قبول کرے اس کی دعا سختیوں میں۔ پس چاہیئے کہ وہ دعا کرے فراغت میں۔

● دعا کرو تم اللہ سے اور تم کو یقین ہو اس کے قبول ہونے کا اور جان رکھو کہ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں قبول کرتا دعا ہر دل غافل کھیلنے والے کی۔

● روایت ہے ابن عباسؓ سے۔ کہا۔ میں ایک دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا سو فرمایا حضورؐ نے۔ اے لڑکے تُو حفاظت کر اللہ کے حکموں کی۔ وہ حفاظت کریگا تیری۔ تو حفاظت کر ذکر اللہ کی۔ پاوے گا تو اس کو اپنے سامنے اور جب تُو مانگے تو اللہ ہی سے مانگ اور جب مدد چاہے تو اللہ سے مدد چاہ اور جان رکھ کہ بیشک ساری امّت جمع ہو تیرے کچھ نفع پہنچانے پر تو نفع نہ پہنچا سکے گی تجھ کو مگر اس قدر کہ لکھ چکا اللہ تیرے حق میں اور اگر سب جمع ہوں تیرے نقصان پہنچانے پر تو نہ نقصان پہنچا سکیں تجھ کو مگر اس قدر کہ لکھ چکا اللہ تیرے حق میں۔ اُٹھ گئیں قلمیں اور خشک ہو گئے کاغذ۔

● حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ کہتا ہے۔ یا رب یا رب! فرماتا ہے اللہ حاضر ہوں اے بندے میرے! مانگ تجھ کو ملے گا۔ نیز دُعا کو آمین کہہ کر ختم کرے۔ آمین کہنے سے دعا رد نہیں ہوتی۔

نقد و نظر

از مشتاق حسین صاحب بخاری

●

نام کتاب :۔ اسلامی جمہوریت کے تقاضے
تحریر :۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ
اضافہ اور انتخاب } از مختار احمد الحسینی گولڈ میڈلسٹ فاضل لسانیات
ناشران :۔ مکتبۂ تعمیر حیات ۲۳ حبیب بنک بلڈنگ اردو بازار لاہور۔
قیمت :۔ ایک روپیہ۔ صفحات :۔ ۱۰۴

مکتبۂ ہذا کی متعدد کتب پر پہلے بھی ان صفحات میں تبصرہ ہو چکا ہے۔ مکتبہ ایک عرصہ سے نہایت عمدہ قسم کے کتب و رسائل مسلمانوں کی بر وقت رہنمائی کے لئے شائع کر رہا ہے۔ ان کا مقصد جلب زر نہیں ہے اور نہ یہ لوگ عام قسم کے ناشران و کتب فروش ہیں بلکہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ یہ حضرات مسلمانوں کی دینی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی بہبود کے لئے کوشاں ہیں۔ زیرِ نظر رسالہ ان کی تازہ اشاعت ہے آج کل میدانِ سیاست میں بے حد گہما گہمی ہے بنیادی جمہوریت کے ایک عام رکن سے لے کر صدرِ مملکت تک انتخابات میں مصروف ہیں۔ یہ رسالہ جسے حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے عرصہ قبل تحریر فرمایا تھا اس امر کو واضح کرتا ہے کہ جمہوریتِ اسلامی کے کیا تقاضے ہیں۔ امیر المومنین خلیفۃ المسلمین یا موجودہ جمہوری دور میں صدرِ مملکت کن صفات کا حامل ہونا چاہیئے اس کے دل میں عامۃ المسلمین کے لئے کتنا درد ہے اور کس حد تک وہ اس درد کا عملی ثبوت دیتا ہے۔ قرونِ اولیٰ میں صدر مملکت، خلفائے راشدہ

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

● بے شک دعا زمین اور آسمان کے درمیان رد کی جاتی ہے جب تک نبی پاکؐ پر درود شریف نہ بھیجا جائے۔ دعا کا کچھ حصّہ بھی اوپر نہیں چڑھ سکتا۔

ع کچھ رہے یا نہ رہے پر یہ دعا ہے کہ امیرؔ
نزع کے وقت سلامت میرا ایمان رہے

●

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

واہ کینٹ میں بچوں کے لیے ختم قرآن کی عظیم الشان تقریب

مورخہ ۱۰ر اکتوبر ۱۹۶۴ء ہفتہ کے روز سینٹرل پارک واہ کینٹ میں بنگلہ ۱۵ جامن روڈ پر ایک مختصر مگر عظیم الشان تقریب منعقد ہوئی جس میں مقامی علمائے کرام کے علاوہ گرد و نواح کے علماء کو بھی مدعو کیا گیا۔ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور مدظلہ لاہور سے حضرت مولانا عبدالحنان صاحب راولپنڈی سے اور حضرت مولانا قاضی محمد زاہدالحسینی صاحب مدظلہ کیمبلپور سے تشریف لائے۔ ایک کثیر تعداد میں بیرونجات سے بھی خصوصی مہمان حضرات شریکِ محفل تھے جناب خوشی محمد صاحب نے پروگرام شروع کرنے سے قبل مندرجہ ذیل خطبہ افتتاحیہ پیش کیا:۔

خطبہ افتتاحیہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محترم حضرات!

ہماری خوش قسمتی ہے۔ کہ آج بزرگانِ دین اور اولیائے کرام کا مقدس گروہ ہمارے ہاں تشریف فرما ہے۔ ہمارے بعض احباب کے بچوں نے قرآن پاک ختم کیا ہے۔ جن کی خوشی میں یہ مختصر سی تقریب منعقد کی گئی ہے۔ بچوں کی دُنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا بھی خیال رکھنا ماں باپ کا فرض ہے چنانچہ سینٹرل پارک کے چند احباب نے اپنے وسائل مہیا کرکے مولانا محمودالحسن صاحب کی زیر نگرانی ایک کلاس کا اجراء کیا جس کے ایک ہی سال میں الحمد للہ خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے ہیں آج خدا کے فضل سے سات بچے بچیوں نے کلام پاک ختم کر لیا ہے۔ اور دوسرے بچوں کے اسباق بھی تسلی بخش طور پر جاری ہیں۔ سینٹرل پارک کے دیگر ساکنین کو بھی اس سہولت سے فائدہ اُٹھانے کی دعوت دی جاتی ہے۔ ابھی چھوٹے چھوٹے بچے آپ حضرات کے سامنے تلاوتِ قرآن پاک کریں گے۔ آپ خود اندازہ لگالیں۔ کہ بچوں نے کتنی ترقی کی ہے اس کا سہرا بچوں کے استاذ مولانا محمودالحسن صاحب کے سر ہے۔ ہمارے محسن و مربی، ہمارے دینی رہنما اور ہمارے روحانی پیشوا جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور دامت برکاتہم نے لاہور سے تشریف لاکر ہماری خوشی میں اضافہ فرمایا ہم اُن کا شکریہ ادا کرتے ہیں حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی، حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب اور دیگر بزرگان کرام کے بھی ہم شکر گزار ہیں۔ کہ وہ ہماری دعوت پر تشریف لے آئے ہیں۔ اس مختصر سے وقت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے مناسب خیال کیا گیا کہ جہاں بچوں کے ختم قرآن پاک کی تقریب ہو وہاں حاضرین مجلس کو بھی دین کی باتیں سنوا دی جائیں تاکہ برکات میں اضافہ ہو جائے۔ ہمارے حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک کے ذرّوں میں وہ موتی ملتے ہیں۔ جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ ہماری خوش قسمتی ہے۔ کہ آج اللہ والے ہمارے درمیان تشریف فرما ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان اللہ والوں سے عقیدت رکھنے ان کا ادب کرنے اور ان کی اطاعت کرکے یہ موتی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس دنیا میں سب طمع کے یار ہیں بے طمع کا یار آسمان پر اللہ تعالیٰ اور زمین پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا پھر بے طمع کے یار حضورؐ کے دروازے کے غلام۔ اللہ والے ہیں۔ کسی کو زمین کے زیادہ سے زیادہ رقبہ پر قبضہ جمانے کی فکر ہے۔ کسی کو گریڈ بڑھانے کی فکر ہے۔ مگر اللہ والے ایک ہی فکر لگائے بیٹھے ہیں۔ کہ کسی نہ کسی طرح آخرت کی زندگی سدھر جائے۔ اللہ راضی ہو جائے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے سے قیامت کے روز دھکے نہ ملیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے برگزیدہ بندوں کا دامنگیر بنائے اور شیطان کے مکر و فریب سے بچائے آمین

اس کے بعد ناصر حمید، غزالہ قریشی، طارق شریف، ثمینہ غنی، محمد ادریس خوشی محمد اور زاہد بشیر نے تلاوتِ قرآن پاک کی۔ چھوٹے بچوں نے سورتیں اور نماز کے اسباق سنائے اور حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور مدظلہ العالی نے انعامات تقسیم فرمائے۔ بچوں کو مٹھائی بانٹی گئی۔ اور پھر جامع مسجد واہ کینٹ کے امام قاری فرید احمد صاحب نے ایک رکوع تلاوت کیا۔ اس کے بعد خوشی محمد صاحب نے حضرت مولانا عبدالحنان صاحب کو تقریر کی دعوت دی۔ اور بدیں الفاظ آپ کو تعارف کرایا۔

تعارف

ہمارے معزز مہمان حضرت مولانا عبدالحنان صاحب کو بجا طور پر رأس المتکلمین کہا جاتا ہے۔ آپ ہمارے اکابر میں سے ہیں۔ آپ نے تشریف لاکر شفقت فرمائی۔ اب آپ کے ارشادات سماعت فرمائیے

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب کی تقریر

محترم حضرات و معزز خواتین!

جیسا کہ اپنے آغاز کارروائی میں یہ سنا ہے۔ آج کی یہ تقریب بچوں کے قرآن مجید کے پڑھنے اور اُس سے فارغ ہونے کے سلسلے میں منعقد ہوئی۔ آج کل کے دور میں اور اس ماحول میں جب کہ دنیا دین اسلام اور خدا کو بھلاتی ہوئی چلی جا رہی ہے ایسے وقت میں کہیں چند حضرات کا سر جوڑ کر بیٹھ جانا اور یہ خیال کرنا کہ ہم اللہ رب العزت کے کلام پاک کو اپنے بچوں کے سینوں میں اتاریں گے۔ یہ اتنا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ کہ جس پر جتنا

بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ آپ کو کون سمجھائے آپ سب تو لکھے پڑھے اور سمجھے بوجھے حضرات ہیں دنیا کی کسی بات کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت نہیں۔ سائنس نے انسان کو فرش زمین سے غبارہ اور راکٹوں کے ذریعے فضا میں اُڑنا سکھا دیا۔ دنیا کی ترقی کی دوڑ میں آپ کسی سے پیچھے نہیں لیکن اور مقام اور بھی ہے جہاں کی دوڑ میں بازی لے جانے کی بھی فکر کیجئے۔ اُس کے لئے کسی دور جانے والے سازوسامان یا راکٹوں وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ فرش زمین پر بیٹھ کر اللہ کے کلام سے لو لگا کر عرش پر پہنچ سکتے ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قرآن کے حامل جو آج قرآن کے الفاظ کو پڑھتے یا معانی جانتے ہیں۔ وہ کل جنت کے لوگوں کے چوہدری ہوں گے۔ اور ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ قرآن کے حامل اللہ کے دوست ہیں۔ ساری دوڑ دھوپ آج کل اسی لئے ہے کہ ہم کسی بڑے کے قریب ہو جائیں۔ آپ خود ہی سوچیے کہ خداوند جلّ ذکرہ سے بڑی کوئی ہستی ہے؟ اگر خدا کے کلام پڑھنے پڑھانے والے خدا کے دوست ہیں۔ تو اور کونسا مقام اس سے آگے ہے؟ ایک اور حدیث میں آتا ہے۔ کہ اگر کسی بچّے نے قرآن پڑھا تو اُس کے والدین کو قیامت میں ایک نورانی تاج پہنایا جائے گا۔ جو اس قدر منور اور روشن ہوگا۔ جس طرح آفتاب چوتھے آسمان پر ہو۔ اگر وہ تمہارے گھروں میں اُتر آئے تو پھر تمہیں اُس کی روشنی کا اندازہ ہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ دنیا کی ساری کمائی اولاد پر صرف ہو جائے اور دنیا بن جائے۔ مگر ایسے بھی خوش قسمت لوگ موجود ہیں۔ جو اصلی انعام کے متلاشی ہیں۔ یہ دنیا ایک سرائے ہے۔ اگر انسان یہاں دس برس جیا تو گیا۔ بیس برس جیا تو گیا غرض سو برس جیا تو گیا۔ آج کل تو ہارٹ فیل ہونے کے واقعات عام ہو رہے ہیں۔ کھاتے بولتے دفتر میں گھر میں اموات ہو رہی ہیں۔ تو جب یہاں سے جانا ہی ہے اور یقیناً جانا ہے تو پھر اُس منزل کی فکر لازم ہے۔ سونا چاندی برادری عہدے ساتھ نہیں جاتے وہاں تو رات کی ٹوٹی پھوٹی عبادت، ذکر اللہ اور دن کے اعمال حسنہ کام آتے ہیں قرآن پڑھنے والا جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے لوگ اُسکو [illegible] جب قرآن پڑھنے والا [illegible] تو منکر نکیر سوال*

*کرنے آتے ہیں۔ آتے ہی دیکھتے ہیں۔ کہ اُس کے سینے پر ایک اور آدمی بیٹھا ہے۔ وہ کہتا ہے جو پوچھنا ہے پُوچھو۔ منکر نکیر کہتے ہیں تم کون ہو؟ وہ کہتا ہے میں اس کا وہ کلام پاک ہوں جسے اپنی زندگی میں یہ کبھی آہستہ اور کبھی بلند آواز سے پڑھا کرتا تھا۔ آج میں اس کی لحد میں اس کیساتھ آیا ہوں اور جب تک اس کی مغفرت اور نجات نہ کرا لوں۔ جدا نہ ہوں گا۔

حضرات! میں دیکھ رہا تھا۔ کہ بچے بہت ابتدائی طور پر ابھی الفاظ کو صحیح ادا نہیں کر سکتے لیکن کیا خبر کہ ان کے جذبے اور ان کے ارادے خدا کو پسند ہوں۔ ان کے توتلے الفاظ خدا کے ہاں اتنے مقبول ہوں جتنے قاریوں کے بھی نہ ہوں آج کل ہم قرآن سے دُور ہیں۔ اور قرآن ہم سے دُور۔ ایک وقت تھا۔ جب قوم کا سب سے بڑا رہنما قرآن کا حافظ ہوتا تھا عام ہوتا تھا۔ اُس کی عبادت درویشوں کی طرح ہوتی تھی۔ تاریخ اُٹھا کے دیکھئے سلطان عالمگیر اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ جب کشمیر جاتے تھے۔ تو راولپنڈی کے راستے جاتے تھے اُس وقت پگڈنڈیاں ہوا کرتی تھیں۔ سلطانؒ گھوڑے پر سوار جا رہے ہوتے۔ اور لوگ راستوں میں عرضیاں لے کر آ جاتے۔ سلطانؒ اُن کی عرضیاں سنتے اور کھڑے کھڑے دستخط کر دیتے۔ کشمیر میں شالا مار باغ تھا جہاں سلطانؒ دن کو اُمورِ سلطنت انجام دیتے اور رات کو اللہ تعالٰے کی عبادت کرتے۔ باغ کے ایک کونے میں مصلّٰے بچھا کر تہجد کی نماز ادا کرتے قرآن کی تلاوت فرماتے اور دلائل الخیرات پڑھا کرتے ایک دن ایسا سرور آیا کہ پڑھتے پڑھتے اپنا مصلّٰے اٹھا کر باغ سے باہر آ گئے۔ خادم نے پُوچھا عالی جاہ کیا معاملہ ہے؟ فرمایا ایسا محسوس ہوا۔ جس طرح کوئی جنت میں بیٹھا ہو میں نے خیال کیا اگر میں اور زیادہ دیر بیٹھا اور جنت کا مزا لے لیا خدا کل کو پوچھیگا تو جنت کا مزہ دنیا ہی میں لے چکا اب کیا چاہتا ہے؟

بچوں کو دیکھ کر طبیعت خوش ہوئی اللہ تعالٰے ان کے ماں باپ کے خلوص میں ترقی دے۔ جس علاقے میں قرآن پڑھا جائے وہ علاقہ خدا کے عذاب سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اپنے بچوں کو جہاں تک تعلیم دلوانا چاہو۔ دلواؤ مگر اُس کا عشر عشیر دین کی تعلیم بھی دلواؤ تا کہ قیامت میں سوال ہو تو جواب دے سکو۔ جن کے ہاں اولاد نہیں اُن سے اس نعمت کی قدر پوچھو۔ اگر اللہ نے یہ نعمت دی ہے۔ تو پھر اس کا حق ادا کرو۔ کل کو اللہ کا دربار ہوگا اور وہاں پتہ چلے گا پھر کہیں گے کاش ساری زندگی اور سارا مال و متاع اللہ کے دین پر صرف کر دیتے۔ مگر اُس وقت کا پچھتانا کام نہ آئے گا۔ مجھے حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ یاد آ گیا آپؒ بصرے کے بہت بڑے ولی اللہ اور نیک و باسخا بزرگ ہو گزرے ہیں۔ ایک روز آپؒ کا گزر ایک گلی میں ہوا چھوٹے چھوٹے بچے اخروٹ اور بادام سے کھیل رہے تھے۔ جس طرح آج کل بچے بلوری گولیوں سے کھیلتے ہیں۔ حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ایک لڑکا الگ کھڑا رو رہا ہے آپؒ نے سوچا شاید وہ کسی غریب کا بچہ ہے اور اخروٹ نہ ہونے کی وجہ سے رو رہا ہے۔ اُس سے فرمایا صاحبزادے! کیوں روتے ہو اگر تمہارے پاس اخروٹ اور بادام نہیں تو فکر نہ کرو میں تم کو لے دیتا ہوں" اُس بچے نے جواب دیا آپ بھی عجیب بے وقوف آدمی ہیں"۔ حضرت بہلولؒ متعجب ہوئے اور فرمایا۔ میں ہمدردی کر رہا ہوں اور تو مجھے بیوقوف کہہ رہا ہے" اس پر وہ بولا بزرگوار! گستاخی معاف! اگر آپ جیسے معمر آدمی کھیلنے کی ترغیب دیں تو کیا یہ عقلمندی ہے؟ کیا ہم کو اللہ تعالٰے نے کھیلنے کے لئے بنایا ہے؟ اللہ تعالٰے نے تو اپنی عبادت اور معرفت کے لئے بنایا ہے۔ بچے کے ان الفاظ سے اُن بزرگؒ کو اچنبہ ہوا۔ اور فرمانے لگے۔ "میاں صاحبزادے! تجھے اس بات کا کہاں سے پتہ چلا؟ اُس نے سوال کیا۔ قبلہ! آپ نے قرآن نہیں پڑھا؟ حضرت بہلولؒ نے جواب دیا۔ پڑھا ہے لیکن تو نے کس آیت سے یہ سمجھا"؟ اُس بچّے نے جواب دیا "سورہ مومنون پارہ ۱۸ رکوع ۶ آیت ۱۱۵ ملاحظہ فرمائیے ارشاد باری ہے

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝

ترجمہ:- سو کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں نکما پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آؤ گے؟

جس طرح دنیا کے معاملہ میں دنیا دار کی چار آنکھیں ہوتی ہیں اسی طرح دین کے معاملے میں بھی سوچنا چاہیئے جو لوگ دنیا میں منہمک ہیں وہ حیات دنیا ہی کے نشے میں مست ہیں اور قرآن ان کو وھُمْ غَافِلُوْن کا خطاب دیتا ہے]

محمد شفیع عمر الدین (حیدر آباد)

قسط (۱)

وَاللّٰہُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ

(۲)

ع رزق مقدر بے طلب آید ترا روز و شب
راست گفتم زیں سبب اِلّا علی اللہ رِزقُہا

بندے کی روزی مقسوم ہو چکی ہے۔

اَللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ وَھُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ہ (الشوریٰ آیت ۱۹)

ترجمہ۔ اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ جسے (جس قدر چاہے) روزی دیتا ہے۔ اور وہ بڑا طاقتور زبردست ہے۔

احادیث شریف کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ حقیقت مخفی نہیں کہ بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ تو منجملہ دیگر باتوں کے اس کی روزی بھی لکھی جاتی ہے کہ اس کو تا دم زیست کتنی روزی ملے گی آیا وہ محتاج رہے گا یا امیرانہ زندگی بسر کرے گا۔ سب کچھ لکھا جاتا ہے۔

جو شخص اس بات کا خواہشمند ہو۔ اس کے رزق میں کشائش ہو تو اسے اپنے مال و دھن سے اپنے قرابتداروں کو نوازتے رہنا چاہئے۔ اگر وہ غریب ہوں۔ تو انہیں صدقہ کی صورت میں دے اگر توانگر ہوں تو تحفے تحائف انہیں دیتا رہے۔

حدیث۔ (عن انسؓ) مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّبْسَطَ لَہٗ فِیْ رِزْقِہٖ وَیُنْسَاَ لَہٗ فِیْ اَثَرِہٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ (مشارق الانوار بحوالہ مسلم)

ترجمہ۔ جس کو یہ بات خوش لگے۔ کہ اس کی روزی میں کشادگی ہو۔ اور اس کی زندگی بڑھائی جائے۔ تو اسے اپنے قرابتداروں کو دینا چاہئے۔

روزی میں کمی وبیشی

روزی کم دینا یا زیادہ دینا اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

۱۔ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ہ

(الروم آیت ۳۷)

ترجمہ۔ کیا وہ دیکھتے نہیں کہ اللہ جس کے لئے چاہے رزق کشادہ کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے۔ بے شک اس میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

یعنی

ایمان و یقین والے سمجھتے ہیں۔ کہ دنیا کی سختی نرمی اور روزی کا بڑھانا گھٹانا سب اسی رب قدیر کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا جو حال آئے بندہ کو صبر و شکر سے رضا بقضا رہنا چاہئے۔

نعمت کے وقت شکر گزار رہے۔ اور ڈرتا رہے کہیں چھن نہ جائے۔

اور سختی کے وقت صبر کرے اور امید رکھے کہ حق تعالےٰ اپنے فضل و عنایت سے سختیوں کو دور فرمائے گا

(حضرت مولانا عثمانیؒ)

۲۔ لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَبْسُطُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ط اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ہ

(الشوریٰ آیت ۱۲)

ترجمہ۔ اس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں۔ روزی کشادہ کرتا ہے جس کی چاہے اور تنگ کرتا ہے بیشک وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

یعنی

(۱) تمام خزانوں کی کنجیاں اُس کے ہاتھ میں ہیں۔ اُسی کو قبضہ اور اختیار حاصل ہے کہ جس خزانہ میں سے جس کو جتنا چاہے مرحمت فرمائے۔

تمام جانداروں کو روزی وہی دیتا ہے لیکن کم بیش کی تعیین اپنی حکمت کے موافق کرتا ہے۔

اسی کو معلوم ہے۔ کہ کون چیز کتنی عطا کی مستحق ہے اور اس کے حق میں کس قدر دینا مصلحت ہو گا۔

جو حال روزی کا ہے وہی دوسری عطایا میں سمجھو۔ (حضرت مولانا عثمانیؒ)

(۲) آسمان اور زمین کی کنجیوں کا وہی مالک ہے۔ لہٰذا جو شخص کسی چیز سے فائدہ اٹھانا چاہے وہ اس سے اجازت لے۔ اور اجازت لینے کے قوانین قرآن حکیم میں ہیں۔ (حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ)

حاصل یہ نکلا کہ بندے کو چاہئے کہ سب چیزیں قرآن کریم کے دستور العمل کے مطابق استعمال میں لائے۔ اور اس دستور العمل کے باہر قدم نہ رکھے۔

(۳) اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ ط اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ہ (العنکبوت آیت ۶۲)

ترجمہ۔ اللہ ہی اپنے بندوں میں جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ روزی کشادہ یا تنگ کرتا ہے یہ نہیں کہ بالکل بند کر دے۔

افلاس سے نہ ڈرو

اِنَّ رَبَّکَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ط اِنَّہٗ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرًا بَصِیْرًا ہ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُھُمْ وَاِیَّاکُمْ ط اِنَّ قَتْلَھُمْ کَانَ خِطْاً کَبِیْرًا ہ

(بنی اسرائیل آیت ۳۰-۳۱)

ترجمہ۔ بے شک تیرا رب جس کی چاہے روزی کشادہ کرتا ہے اور تنگ بھی کرتا ہے بے شک وہ اپنے بندوں کو جاننے والا دیکھنے والا ہے اور اپنی اولاد کو تنگدستی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ بے شک ان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے۔

یعنی روزی کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے فرما دیا۔ کہ اس کی تنگی یا کشادگی میرے دست قدرت میں ہے۔ اللہ تعالےٰ بندوں کے ظاہر و باطن سے بخوبی واقف ہے۔ اور اپنی عین حکمت کے مطابق ہر بندے کو اتنی روزی عطا فرماتا ہے۔ جتنی اس کے لئے موزون ہو۔

حدیث شریف میں وارد ہے

اِنَّ مِنْ عِبَادِیْ لَا یُصْلِحُہٗ اِلَّا الفقر ولو اغنیتہ لافسدت علیہ وان من عبادی لمن لا یصلحہ الا الغنی ولو افقر لافسدت علیہ دینہ (ابن کثیر)

ترجمہ۔ بے شک میرے بعض بندوں میں سے ایسے ہیں جن کے لئے صرف فقر و فاقہ

موزون ہے۔ اگر میں انہیں تونگر کردوں تو ان کا دین بگڑ جائے۔ اور میرے بعض بندے ایسے ہیں کہ ان کے لئے تونگر رہنا ہی موزون ہے۔ اگر میں انہیں مسکین بنادوں تو ان کا دین بگڑ جائے۔

ایام جاہلیت میں کفار افلاس سے ڈر کر اپنی اولاد کو موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے۔ اللہ تعالٰے نے اس بُرے فعل سے منع فرمایا۔ کیونکہ یہ بڑے گناہ کا کام ہے۔ ساتھ ہی روزی سے بے فکر کردیا۔ سب کو روزی دینا اللہ تعالٰے کا کام ہے جس کے خزانوں میں کمی نہیں۔

روزی کی فراوانی بعض کے حق میں استدراج ہوتا ہے۔ اور فقر وفاقہ بعض کے گناہوں کے وبال کی وجہ سے پیش آتا ہے بندے کو دونوں حالات میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے۔

کثرت رزق کا وبال

قارون کے واقعہ پر نظر دوڑائیے اس کو رزق کی بڑی کشائش ملی تھی۔ مگر وہ اس کے نشے میں بعض دنیا کا بندہ بن کر رہ گیا اور آخرت کی دائمی زندگی کو بالکل فراموش کر بیٹھا۔ ایک دن جب وہ بڑے کروفر اور ٹھاٹھ سے نکلا۔ تو دوسرے دنیادار اسے دیکھ کر اس جیسا بننے کی تمنا کرنے لگے۔

یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝ (القصص آیت ۷۹)

اے کاش ہمارے لئے بھی ویسا ہی ہوتا جیساکہ قارون کو دیا گیا ہے۔ بیشک وہ بڑے نصیب والا ہے۔

مگر چند دن بعد جب قارون جو مال و دولت اور فراوانی رزق کے نشے میں رب السموٰت والارض کو بھولا بیٹھا تھا عذاب الٰہی کی گرفت میں آگیا اور زمین میں دھنسا دیا گیا۔ تو اب ان دنیا داروں کے ہوش ٹھکانے آگئے۔ اور کہنے لگے۔

وَیْکَاَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَیْکَاَنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ ۝ (القصص آیت ۸۲)

ترجمہ۔ ہائے شامت! اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کردیتا ہے اور تنگ کردیتا ہے۔ اگر ہم پر اللہ کا احسان نہ ہوتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا ہائے کافر نجات نہیں پاسکتے۔

حاشیہ حضرت شیخ التفسیر قدس سرہ العزیز

کل جو لوگ ایسے مال و دولت کی تمنا کررہے تھے۔ خدا کا شکر بجا لانے لگے۔ کہ اگر ہمیں بھی ایسی دولت ملتی تو یہی حشر ہوتا شکر ہے کہ ایسی دولت نہیں ملی تھی

دنیاوی زندگی

اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَفَرِحُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝ (الرعد آیت ۲۶)

ترجمہ۔ اللہ ہی جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ اور تنگ کرتا ہے۔ اور دنیا کی زندگی پر خوش ہیں۔ اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں کچھ نہیں مگر تھوڑا اسباب

حاشیہ حضرت شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

یعنی دنیا کے عیش و فراخی کو دیکھ کر سعادت و شقاوت کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ نہ یہ ضروری ہے کہ جس کو دنیا میں خدا نے رزق اور پیسہ زیادہ دیا ہے۔ وہ اس کی بارگاہ میں مقبول ہے۔

بہت سے مقبول بندے بطور آزمائش و امتحان یہاں عسرت کی زندگی بسر کرتے ہیں اور بہت سے مردود مجرموں کو ڈھیل دی جاتی ہے۔ وہ مزے اڑاتے ہیں۔

یہ ہی دلیل اس کی ہے۔ کہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی ہے۔ جہاں ہر شخص کو اس کے نیک و بد اعمال کا پورا پھل مل کر رہے گا۔ بہر دنیا کی تنگی و فراخی مقبول و مردود ہونے کا معیار نہیں بن سکتا۔

رفرحوا بالحیوة الدنیا) یعنی اسی کو مقصود سمجھ کر اتراتے اور اکڑتے ہیں۔ حالانکہ آخرت کے مقابلہ دنیا کی زندگی محض ہیچ ہے۔ جیسے ایک شخص اپنی انگلی سے سمندر کو چھوئے تو وہ تری جو انگلی کو پہنچی ہے۔ سمندر کے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہے۔ دنیا کی آخرت کے مقابل اتنی بھی حقیقت نہیں

لہذا

عقلمند کو چاہئے کہ فانی پر باقی کو مقدم رکھے حقیقت یہ ہے دنیا آخرت کی کھیتی ہے بذات خود مقصود نہیں ہے۔ یہاں کے سامانوں سے اس طرح تمتع کرو۔ جو آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنے۔ جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا۔

دنیاوی مال و دولت کا نشہ

وَقَالُوْا نَحْنُ اَکْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ۝ (السبا آیت ۳۵)

ترجمہ اور یہ بھی کہا کہ ہم مال اور اولاد میں تم سے بڑھ کر ہیں۔ اور ہمیں کوئی عذاب نہ دیا جائے گا۔

یعنی مال اور دولت کے نشہ میں کفار اس قسم کی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ بقول حضرت مولانا عثمانیؒ۔ معلوم ہوا خدا ہم سے خوش اور راضی ہے۔ ورنہ اتنا مال و اولاد کیوں دیتا جب وہ خوش ہے۔ تو ہم کو کسی آفت کا اندیشہ نہیں۔ تم فضول عذاب کی دھمکیاں دیتے ہو۔

غلط فہمی کی اصلاح

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (السباء آیت ۳۶)

ترجمہ۔ کہہ دو میرا رب جس کے لئے چاہتا ہے۔ روزی کشادہ کردیتا ہے۔ اور کم کردیتا ہے۔ لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے۔

حاشیہ حضرت مولانا عثمانیؒ

یعنی روزی کی فراخی اور تنگی اللہ کے خوش یا ناخوش ہونے کی دلیل نہیں۔ دیکھتے نہیں دنیا میں کتنے بدمعاش، شریر، دہریے ملحد (ناستک) مزے اُڑاتے ہیں۔ حالانکہ ان کو کوئی مذہب بھی اچھا نہیں کہتا اور بہت سے خدا پرست پرہیزگار اور نیک بندے بظاہر فاقے کھینچتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ دولت و افلاس یا تنگی یا فراخی کسی کے محبوب و مقبول ہونے عنداللہ ہونے کی دلیل نہیں۔ یہ معاملات تو دوسری مصلحتوں اور حکمتوں پر مبنی ہیں جن کو اللہ ہی جانتا ہے۔ مگر بہت لوگ نہیں سمجھتے۔

تقرب الٰہی کے لئے لائحہ عمل

ایمان اور اعمال صالحہ تقرب الٰہی کا ذریعہ نہیں۔

وَمَآ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ۝ (سبا آیت ۳۷)

(باقی ص ۱۴ پر)

حدیث شریف میں آتا ہے۔

لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ حَتّٰی يُسْئَلَ

قیامت کے میدان میں بنی آدم کے قدم حساب وکتاب سے نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ اُسے پانچ چیزوں کی بابت نہ پوچھا جائے۔

۱۔ تو نے اپنی عمر کو کس کام میں صرف کیا؟

۲۔ تو نے اپنے علم پر کیا عمل کیا؟

۳۔ تو نے اپنے مال کو کہاں سے کمایا یعنی حلال ذریعہ سے کمایا یا حرام ذریعہ سے؟

۴۔ تو نے اپنا مال کہاں خرچ کیا؟

۵۔ تو نے کس چیز میں اپنے جسم کو پرانا کیا؟

محترم حضرات! جب اس امتحانی پرچے کا ہم لوگوں کو علم ہے۔ اور یہ سارے سوالات وہاں پوچھے جائیں گے تو سوچئے کہ اس کی تیاری کیا ہے؟ آج صبح چوہدری غلام قادر کے ہاں کچنار روڈ پر بیٹھے تھے۔ اُنہوں نے اپنی ایک ننھی منی بچی کو پیش کرکے حضرت سے عرض کیا کہ اس کا نام حضرت رابعہ کے نام پر رکھا گیا ہے۔ جس طرح حضرت رابعہ اپنے والدین کی چوتھی بچی تھیں یہ بھی ہماری چوتھی بچی ہے۔ حضرت رابعہ کا واقعہ یاد آگیا۔ جب اُن کا انتقال ہونے لگا۔ تو انہوں نے اپنی خادمہ سے فرمایا "جب میرا انتقال ہو جائے۔ تو کسی کو اس کی خبر نہ کرنا۔ خود ہی مجھے نہلا دینا اور میری اس گودڑی میں جس پر میں تہجد کی نماز پڑھا کرتی تھی۔ کفن دے کر دفنا دینا"۔ جب حضرت رابعہ کو دفن کر دیا گیا۔ تو رات کو خادمہ نے خواب میں حضرت رابعہ کو دیکھا۔ ایک عجیب و غریب تخت ہے اور نہایت شاندار جوڑا زیب تن ہے۔ خادمہ نے پوچھا اے رابعہ تیری وہ گلیم کہاں گئی؟ حضرت رابعہ نے فرمایا اُس کو لپیٹ کر اللہ تعالے نے میرے نامۂ اعمال میں رکھ دیا وہ بھی کل قیامت کو تلے گی"۔ ہائے افسوس! ہماری نمازیں بھی نہ تلیں اور رابعہ کی گودڑی بھی تل جائے۔ پھر خادمہ نے پوچھا اے رابعہ! مجھے کچھ نصیحت کیجئے" فرمایا۔ اللہ کا ذکر بہت کیا کر تاکہ جنت میں قابل رشک بن جائے"۔ حضرات! آج درویشوں کی خانقاہیں کیوں ویران ہیں؟ اللہ والوں کے پاس ہم لوگ کیوں نہیں جاتے ہیں؟ یاد رکھئے اللہ کے نیک بندوں نے ہمارے کڑوے کسیلے فقرے سہے باتیں نہیں اور دنیا سے چلے گئے ہم نے اُن کی قدر نہ پہچانی۔ جو وقت کچھ کرنے کا ہے وہ عمر کا ابتدائی حصہ ہے۔ اس عمر میں دنیا آپ کی لونڈی ہے۔ یہ آپ پر موقوف ہے چاہیں تو اسے دھتکار دیں۔ چاہیں تو اس سے پیار کریں۔ جب یہ دنیا ہمارے قدموں کے نیچے ہے۔ تو ہمیں اس کو اپنے سر پر نہیں چڑھانا چاہئیے

اگر گردی نگہ بر پارہ سنگ
ز فیض آرزوے تو گہر شد
بذر خود را مسنج اے بندۂ زر
کہ زراز گوشۂ چشم تو زر شد

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اس کے بعد قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب نے مختصر سی تقریر فرمائی۔ تقریر سے پیشتر خوشی محمد صاحب نے حضرت قاضی صاحب کا مختصر تعارف ان الفاظ میں کرایا۔

تعارف

اب حضرت علامہ قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب آپ سے خطاب فرمائیں گے۔ حضرت قاضی صاحب علمی حلقوں میں جانے پہچانے عالم باعمل ہیں۔ آپ ایک قدیم علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز ہیں جہاں دینی اور روحانی لحاظ سے آپ صاحب کمال ہیں وہاں اللہ تعالے نے دُنیوی جاوہ عزت بھی عطا کر رکھی ہے۔ آپ گورنمنٹ کالج کیمبلپور میں پروفیسر ہیں۔ آپ نے اپنا قیمتی وقت نکال کر اس تقریب سعید میں شرکت فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ اب آپ سے التماس ہے کہ حاضرین کو اپنے ارشادات سے محظوظ فرماویں"۔

حضرت علامہ قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا خطاب

محترم حضرات! مجھ سے پیشتر حضرت مولانا بہت اچھے ارشادات فرما چکے ہیں۔ جہاں ایسے بڑے بڑے اکابر اور میرے مخدوم موجود ہوں وہاں میرا کچھ کہنا کوئی وزن نہیں رکھتا۔ تاہم اس بابرکت محفل کی برکات سے کچھ حصہ حاصل کرنے کی غرض سے کچھ مختصراً عرض کر دیتا ہوں۔ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں یہ مقدس محفل چند بچے بچیوں کے والدین نے اللہ کی رحمت کا شکریہ ادا کرنے کی غرض سے منعقد کی ہے۔ یہ بات بچوں کے والدین بلکہ ساری اُمت کے لئے باعث رحمت و برکت ہے ابتداء ہی میں والدین نے اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں معصوم اور نازک کلیوں کو شیطانی پھندوں سے بچانے کی جو تدبیر کی ہے۔ وہ لائق تحسین ہے۔ مولانا محمد علی جوہر نے ایک مقام پر لکھا ہے۔ اُن سے سوال کیا گیا "کہ آپ کی تربیت بڑے ناز و نعم میں ہوئی مگر آپ کا کردار سراپا خلوص اور اطاعت ہے" تو مولانا جوہر نے اس کو اپنی والدہ کی طرف منسوب کیا۔ حدیث میں آتا ہے۔ کہ نابالغ اولاد جتنی نیکی کرتی ہے۔ سب کا اجر ماں باپ کو ملتا ہے۔ چالیس سال کی عمر کے بعد انسان کی زندگی زوال پذیر ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اور یہ احساس شدید تر ہو جاتا ہے۔ کہ اب اپنے اصلی گھر کی طرف لوٹ جانا ہے۔ انسان کو دعا کرتے رہنا چاہئیے کہ یا اللہ یہ میری چھوٹی چھوٹی اولاد ہے۔ یا اللہ ان سے ایسا نیک کام کرا جو ...... خزانے میں جمع ہوتا رہے۔

حضرات! جس طرح جون میں گرمی ہوکر رہتی ہے۔ چاہے کتنے ہی پنکھے چلا دیئے جائیں اور دسمبر میں سردی ہوکر رہتی ہے۔ چاہے کتنے ہی ہیٹر جلا دیئے جائیں۔ اسی طرح قرآن کا بول بالا ہوکر رہے گا ہم چاہے قرآن سے کتنے نفور ہوں مگر یہ لازمی امر ہے۔ کہ اب قرآن کا پرچم لہرائے گا۔ جہالت کی تاریکیاں کافور ہوں گی۔ اور قلوب نور قرآن سے منور ہوکر رہیں گے۔

اسلامی نکتہ نظر سے زندگی کے تین شعبے ہیں (۱) حیواۃ الدنیا (۲) حیات برزخ (۳) حیواۃ الآخرہ صحیح زندگی تو آخری زندگی ہے۔ جو ایک بحر ناپیدا کنار کی طرح ہے۔ جس وقت کہ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ہونے کا اعلان الٰہی قرآن پاک میں موجود ہے بہرحال قرآن تینوں زندگیوں کے لئے رحمت ہے اس دنیا میں قرآن اس لئے رحمت ہے کہ انسان قرآن کی برکت سے دنیا کے بہترین نظام کا علمبردار بن سکتا ہے۔ قرآن ایک مستقل نظام حیات اور دائمی امن کا نسخہ کیمیا پیش کرتا ہے۔ حضورؐ کے پاس ایک کافرہ لڑکی لائی جاتی ہے۔ تو حضورؐ اپنی چادر مبارک اُس کو دیتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں اگرچہ یہ لڑکی کافر کی بیٹی ہے۔ مگر بیٹی پھر بیٹی ہے۔ حضرات! دُنیا قرآن کی طرف آکے رہے گی قرآن رحمت ہے۔ ہدایت ہے۔ خلافت راشدہ کا روشن دور ہمارے سامنے ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جو نظام چلا کے امت کو دکھلایا اُس کی روح رواں قرآن ہی تو تھا آج تک اُس کی مثال نہیں مل سکی۔ آج ساری بات پیٹ کی ہے۔ پیٹ کے دھندے ہی ختم نہیں ہوتے۔

(باقی آئندہ)

ترجمہ۔ اور تمہارے مال اور اولاد ایسی چیز نہیں جو تمہیں مرتبہ میں ہمارے قریب کردے مگر جو ایمان لائے اور نیک کام کئے۔ پس وہی لوگ ہیں جن کے لئے دگنا بدلہ ہے۔ اس کا جو انہوں نے کیا اور وہی بالاخانوں میں امن سے ہوں گے

آخرت کے کام آنے والا سرمایہ

ایسے سرمایہ کی فراہمی کے لئے کوشش کرو۔ اور چند روزہ زندگی کو غنیمت جانو

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

(المنفقون آیت ۹-۱۰)

ترجمہ۔ اے ایمان والو! تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں۔ جو کوئی ایسا کرے گا۔ سو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

اس میں سے خرچ کرو جو تمہیں روزی دی ہے۔ اس سے پہلے کہ کسی کو تم میں سے موت آجائے۔ تو کہے اے میرے رب تونے مجھے تھوڑی مدت کے لئے ڈھیل کیوں نہ دی کہ میں خیرات کرتا اور نیک لوگوں میں ہو جاتا۔

یعنی مومنوں کو حکم دیا گیا کہ انہیں مال و دولت کی کثرت اللہ تعالےٰ کی طاعت اور اس کے ذکر (پنجگانہ نماز وغیرہ) سے غافل نہ کردے۔ جو ایسا کرے گا۔ وہ آخرت میں خسارہ مند ہوگا۔

مرنے سے قبل عطایات الہٰی کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے رہنا چاہیئے۔ فریضہ زکوٰۃ باقاعدہ دینی چاہیئے۔ فریضۂ حج ادا کرنا چاہیئے۔ اہل حقوق کے حق ادا کرتے رہنا چاہیئے۔ تا کہ مرتے وقت یہ حسرت نہ رہے کہ اگر مجھے تھوڑی سی فرصت مل جاتی وہ میں انفاق مال بھی کرتا اور نیک بھی بن جاتا۔

لہذا اس فرصت کو غنیمت جاننا چاہیئے اور اسے فضول نہ گنوانا چاہیئے۔ کیونکہ مر کر لوٹنا ممکن نہیں۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۙ لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝

(المؤمنون آیت ۹۹-۱۰۰)

ترجمہ۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے گی۔ تو کہے گا کہ میرے رب مجھے پھر بھیج دے۔ تاکہ جسے میں چھوڑ آیا ہوں اس میں نیک کام کرلوں۔ ہرگز نہیں ایک بات ہی بات ہے۔ جسے یہ کہہ رہا ہے اور ان کے آگے قیامت تک ایک پردہ پڑا ہوا ہے۔

ارتفاقات معاشیہ

اب سے چند لاکھ سال اُدھر کرۂ زمین پر دیوزاد (DINASAUR) کی قسم کے حیوانات پائے جاتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں انسان اتنا چھوٹا تھا جتنی انسان کے مقابلے میں چڑیا۔ بایں ہمہ وہ بڑے بڑے حیوانات فنا ہوگئے لیکن حضرت انسان اب تک نہ صرف زندہ ہے۔ بلکہ ہر زمانے کی موجودہ نسل کے بڑے بڑے جانوروں پر غالب رہا ہے اور بعض کو قابو میں لاکر کام بھی لیتا رہا ہے۔ چنانچہ وہ اب برما اور وسطی افریقہ میں ہاتھی سے، ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں گھوڑے سے، شمالی برفانی علاقوں میں رینڈیر (REINDEER) سے، اور افریقہ اور عرب کے تپتے ہوئے صحراؤں میں اونٹ سے نہایت آشتی سے کام لے رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان میں اُن حواس کے علاوہ جن میں دونوں حیوانوں کا شریک ہے ایک ملکی نور بھی موجود ہے جسے عقل کہتے ہیں۔ یہ انسان کے ذہن کا ایک حصہ ہے جو انسان کی جسمانی کمیوں کو نہ صرف پورا کرتا ہے۔ بلکہ اُسے حیوانات تو حیوانات کائنات کی (شاید) ہر شے پہ فوقیت دیتا ہے

آلات کا استعمال

انسان کی اس ذہنی برتری کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں زندگی بسر کرنے کے سلسلے میں جہاں پہنچ کر انسان ٹھہر جاتا ہے۔ انسان وہاں سے بھی آگے بڑھتا ہے چنانچہ عام حیوانوں کی طرح انسان بھی غذا کے لئے بعض چیزوں کا محتاج ہے یہ چیزیں قدرتِ الٰہیہ نے اس کی پیدائش سے پہلے ہی پیدا کر رکھی ہیں۔ اور ان کی تخلیق میں انسان کا کوئی ہاتھ نہیں مثلاً انسان پانی پیتا ہے۔ اور پھل کھاتا ہے۔ ان کی پیدائش میں انسان کی عقل و حکمت اور محنت و صنعت کا کوئی دخل نہیں ہے۔ لیکن انسان جب دیکھتا ہے۔ کہ کسی چیز کو اپنی طبعی قوت سے حاصل نہیں کرسکتا تو خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی دوسری چیزوں کو اپنے مقصد میں حاصل کرنے کا ذریعہ بناتا ہے۔ مثلاً وہ کسی درخت کی بلند شاخ پر ایک پھل لگا ہوا دیکھتا ہے۔ جس تک اُس کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا وہ ڈھیلا اُٹھا کر مارتا ہے۔ پھل نیچے آگرتا ہے۔ اور وہ اُٹھا کر کھا لیتا ہے یہ آلے کا استعمال ہے۔

پھر وہ کبھی ڈھیلا بھی نہیں پاتا اب اُس کی عقل ایک اور طریق کی رہنمائی کرتی ہے وہ کسی درخت کی ایک لمبی ٹہنی توڑ کر اس کا ایک سرا ہاتھ میں تھامتا ہے۔ اور دوسرا سرا پھل تک پہنچاتا ہے۔ اور اس طرح اپنی طبعی قوت وہاں تک پہنچا کر پھل گرا لیتا ہے یہ بھی آلے کا استعمال ہے۔ آلات کے استعمال میں انسان تمام حیوانات پر فائق ہے۔ اس میں انسان نے جہاں تک ترقی کی ہے اور کرسکتا ہے۔ حیوانات اس کا لاکھواں حصہ بھی نہیں کرسکتے۔

انسان کی دو تعریفیں شاہ رفیع الدین کی تعریف

بعض حکماء نے انسان کی تعریف حیوان ناطق سے کی ہے اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ سوچ سمجھ سکتا ہے۔ اور سوچ بچار کے نتائج فصیح کلام کے ذریعے سے ظاہر کرسکتا ہے۔ اسی سے علوم پیدا ہوتے ہیں۔ حکماء کے ایک اور گروہ نے انسان کی تعریف یہ کی ہے۔ کہ وہ حیوان جو آلات استعمال کرتا ہے۔ اس سے انسانی صنعتیں پیدا ہوتی ہیں

تعجب کی بات ہے۔ کہ شاہ رفیع الدینؒ ابن امام الائمہ امام ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی تصنیف تکمیل الاذہان میں انسان کی جامع تعریف یہ کی ہے۔

وَمَا يَتَفَكَّرُ وَيَصْنَعُ بِالْاٰلَاتِ اِنْسَانًا اَرْضِيًّا (یعنی جو سوچتا ہے۔ اور آلات سے اشیا بناتا ہے انسان ارضی ہے)

اسی طرح ہر روز انسانی ضرورتیں بڑھتی گئیں اور نئی نئی حاجتوں کے پورا کرنے کے لئے نئے نئے آسان ڈھنگ دریافت ہوتے گئے اور آلات کا استعمال ترقی کرتا گیا۔ اور آلات بھی بہتر سے بہتر بنتے گئے چنانچہ ہزاروں سال پہلے کی انسانی بستیاں کھودی گئیں۔ تو انسانی ہڈیوں اور پنجروں وغیرہ کے ساتھ پتھر یا دھات کے آلات بھی دستیاب ہوئے

... سے آگے کام لیتے تھے۔

ایم عبدالرحمٰن صاحب شیخوپورہ

اوامرِ الٰہی پر استقامت کی تاکید

حق سبحانہٗ و تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکید کرتے ہیں۔ کہ احکامِ الٰہیہ پر نہایت پامردی اور استقلال کے ساتھ ہمیشہ جمے رہنا چاہیئے۔ عقائد، اخلاق، عبادات، معاملات، دعوت و تبلیغ وغیرہ ہر چیز میں افراط و تفریط سے علیحدہ ہو کر توسط اور استقامت کی راہ پر سیدھے چلے جاؤ کسی معاملہ میں افراط یا تفریط کی جانب اختیار کر کے حد سے نہ نکلو اور یقین رکھو کہ حق تعالیٰ ہر آن تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

۱۔ فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ (پ ۱۲ - ع ۱۰)

ترجمہ:۔ سو تو سیدھا چلا جا جیسا تجھ کو حکم ہوا۔ اور جس نے تیرے ساتھ توبہ کی۔ اور حد سے نہ بڑھو۔ بیشک وہ دیکھتا ہے جو تم کام کرتے ہو۔

حدیث میں ہے کہ صحابہؓ نے سوال کیا۔ یا رسول اللہؐ! آپ پر بڑھاپے کے آثار بہت جلد آ گئے۔ فرمایا شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَأَخَوَاتُهَا۔ سورہ ہود اور اس کی بہنوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ سورہ ہود پ۱۲، سورہ واقعہ پ۲۷، سورہ والمرسلات پ۲۹ اور سورہ نبا پ۳۰ اور سورہ تکویر پ۳۰۔ کیونکہ ان سورتوں میں دنیا و آخرت میں عذاب الٰہی کا ذکر ہے کیونکہ امتیوں نے اپنے پیغمبروں کے ساتھ مخالفت کی ہے۔ ان کا حال سن کر مجھے اپنی امت کا غم ہو گیا ہے۔

۲۔ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ (پ۷ - ع ۸)

ترجمہ:۔ کہہ دیجئے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے حکم مانوں اور تو ہرگز نہ ہو شرک کرنے والا۔

ایسے پروردگار کے احکام کے سامنے جس کی صفات اس آیت کے اوپر بیان ہوئی ہیں۔ ضروری ہے کہ سب بندے بلا شراکت غیرے گردن ڈال دیں۔ اور سب سے پہلے اس اکمل ترین بندہ کو انتہائی انقیاد اور تسلیم کا حکم ہے جو تمام دنیا کے لئے نمونہ طاعتِ عبودیت بنا کر بھیجا گیا تھا (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ حکم آپؐ پر نافذ کر کے آپؐ کی امت کو سنایا گیا ہے۔ یعنی بفرضِ محال اگر خدا کے معصوم و برگزیدہ ترین بندہ سے بھی کسی طرح کا عصیاں سرزد ہو تو عذابِ الٰہی کا اندیشہ ہوتا ہے۔ پھر کسی دوسرے کو کب لائق ہے کہ باوجود شرک و کفر اور تکذیب انبیاء وغیرہ ہزاروں طرح کے جرائم میں مبتلا ہونے کے، عذاب الٰہی سے بے فکر و مامون ہو کر بیٹھ رہیں۔

جنت اور رضائے الٰہی کے اعلیٰ مدارج کا حاصل کرنا تو بہت اونچا مقام ہے۔ اگر آدمی سے قیامت کے دن کا عذاب ٹل جائے تو یہی بہت بڑی کامیابی سمجھو۔

۳۔ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝ (پ۸ - ع ۷)

ترجمہ:۔ کہہ دیجئے کہ میری نماز اور قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ ہی کے لئے ہے۔ جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور یہی مجھ کو حکم ہوا ہے۔ اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔

تم دین میں جتنی چاہو راہیں نکال لو۔ اور جس قدر معبود چاہو ٹھیرا لو۔ مجھ کو تو میرا پروردگار صراطِ مستقیم بتلا چکا اور وہی خالص توحید اور کامل تفویض و توکل کا راستہ ہے جس پر موحدِ اعظم ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ بڑے زور شور سے چلے جن کا نام آج بھی تمام عرب اور کل آسمانی دین نہایت ہی عظمت و احترام سے لیتے ہیں۔

اس آیت میں توحید و تفویض کے سب سے اونچے مقام کا پتہ دیا گیا ہے۔ جس پر ہمارے سید و آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فائز ہوئے۔ نماز اور قربانی کا خصوصیت سے ذکر کرتے ہیں۔ مشرکین پر جو بدنی عبادت اور قربانی غیر اللہ کے لئے کرتے تھے تصریحاً رد ہو گیا۔

اس امتِ محمدیہ کے اعتبار سے آپ اول المسلمین ہیں۔ لیکن جامع ترمذی کی حدیث میں كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ کے موافق آپ اول الانبیاء ہیں تو اول المسلمین ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ممکن ہے کہ یہاں اولیت زمانی مراد نہ ہو۔ بلکہ تقدم رتبی مراد ہو یعنی میں سارے جہان کے فرمانبرداروں کی صف میں اول نمبر اور سب سے آگے ہوں۔

۴۔ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ دِينِي فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِنْ أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ پ۱۱ - ع ۱۶ -

ترجمہ:۔ کہہ دیجئے اے لوگو! اگر تم کو میرے دین سے شک ہے تو میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم کرتے ہو اللہ کے سوا اور لیکن میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تم کو اور مجھ کو کھینچ لیتا ہے اور مجھ کو حکم ہے کہ میں ایمان والوں میں رہوں۔

(مطلب) اگر میرا طریقہ اور مسلک دینی تمہاری سمجھ میں نہیں آیا۔ اس لئے اس کی نسبت شکوک و شبہات میں پھنسے ہوئے ہو۔ تو میں تمہیں اپنے دین کا اصل اصول جو توحید خالص ہے سمجھائے دیتا ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ میں تمہارے ان فرضی معبودوں کی عبادت سے سخت متنفر اور بیزار ہوں۔ جس کے اختیار کرنے کا امکان ذرا بھی دل میں نہ لانا۔ میری عبادت خالص اس خداوند قدوس کے لئے ہے جس کے قبضہ میں تمہاری

سب کی جانیں ہیں کہ جب تک چاہے انہیں جسموں میں چھوڑے رکھے اور جب چاہے ایک دم میں کھینچ لے۔ گویا موت و حیات کا رشتہ جس کے ہاتھ میں ہے بندگی اُسی کی ہو سکتی ہے نہ صرف یہ کہ جوارح سے اس کی بندگی کی جائے ضروری ہے کہ دل میں اس کی توحید و تفرید پر یقین و ایمان ہو ظاہر و باطن اُسی دینِ حنیف پر جو ابراہیم خلیل اللہ کا دین ہے پوری ہمت اور توجہ سے مستقیم رہ کر شرکِ جلی و خفی کا تسمہ نہ لگا رہنے دیا جائے۔ جس طرح عبادت صرف اُسی کی کریں استعانت کے لئے بھی صرف اُسی کو پکاریں کیونکہ ہر قسم کا نفع و نقصان اور بھلائی برائی صرف اُسی کے قبضہ میں ہے مشرکین کی طرح ایسی چیزوں کو مدد کے لئے پکارنا جو کسی نفع و نقصان کے مالک نہ ہوں سخت بے موقع بات ہے بلکہ ظلم عظیم یعنی شرک کا ایک شعبہ ہے۔ اگر بفرضِ محال نبی سے ایسی حرکت صادر ہو تو ان کی عظیم الشان شخصیت کو لحاظ کرتے ہوئے ظلم اعظم ہوگا۔

۵۔ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۝ (پ ۱۳ ع ۱۱)

ترجمہ:۔ کہہ دیجئے مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ اللہ کی بندگی کروں اور اس کا شریک نہ کروں۔ اُسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا ٹھکانا ہے۔

(مطلب) کوئی خوش ہو یا ناراض ہو میں تو اُسی خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی بندگی کرتا ہوں۔ جس کو سب انبیاء اور ملل بالاتفاق مانتے چلے آئے اُسی کے احکام و مرضیات کی طرف ساری دنیا کو دعوت دیتا ہوں اور خوب جانتا ہوں کہ میرا انجام اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ میں اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ وہیں میرا ٹھکانا ہے وہی مجھ کو آخرکار غالب و منصور اور مخالفین کو مغلوب و رسوا کرے گا۔ لہٰذا کسی کے خلاف و انکار کی مجھے قطعاً پروا نہیں۔

۶۔ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ (پ ۲۰-ع ۳)

ترجمہ:۔ مجھ کو یہی حکم ہے کہ میں اس شہر کے مالک کی بندگی کروں جس نے اس کو حرمت دی اور ہر چیز اُسی کی ہے اور مجھ کو حکم ہے کہ میں حکم برداروں میں رہوں اور یہ کہ قرآن سنا دوں۔ پھر جو کوئی راہ پر آیا سو اپنے ہی بھلے کے لئے راہ پر آئیگا اور جو کوئی بہکا رہا تو کہہ دے میں تو صرف ڈر سنا دینے والا ہوں۔

(تفسیر) شہر سے مراد مکہ معظمہ ہے جسے خدا تعالےٰ نے معظم و محترم بنایا۔ اُن لوگوں میں رہوں جو حق تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری کرنے والے اور اپنے آپ کو ہمہ تن اس کے سپرد کر دینے والے ہیں۔ میں بذاتِ خود اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کرتا ہوں اور دوسروں کو قرآن سنا کر اللہ کا راستہ بتلاتا رہوں۔ میں نصیحت کر کے فارغ الذمہ ہو چکا ہوں۔ نہ سمجھو تو تمہارا ہی نقصان ہے۔

۷۔ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (پ ۲۳ ع ۱۶)

ترجمہ:۔ کہہ دیجئے کہ مجھ کو حکم ہے کہ اللہ کی بندگی اس کے لئے خالص کر کے کروں۔ اور حکم ہے کہ میں سب سے پہلے حکم بردار ہوں۔

آپ عالم شہادت میں اس امت کے لحاظ سے اور عالم غیب میں تمام اولین و آخرین کے اعتبار سے اللہ کے سب سے پہلے حکم بردار بندے ہیں۔ مجھ جیسا معصوم و مقرب بندہ بھی اگر بفرضِ محال نافرمانی کرے تو اس دن کے عذاب سے مامون نہیں دوسروں کا تو کیا ذکر۔ میں تو خدا کے حکم کے موافق نہایت اخلاص سے اُسی اکیلے کی بندگی کرتا ہوں۔ تم کو اختیار ہے جس کی چاہے پوجا کرتے پھرو۔ ہاں اتنا سوچ لینا کہ انجام کیا ہوگا۔ مشرکین نہ اپنی جان کو عذاب الٰہی سے بچا سکے نہ اپنے گھر والوں کو، سب کو جہنم کے شعلوں کی نذر کر دیا اس سے زیادہ خسارہ کیا ہوگا۔ ہر طرف سے آگ محیط ہوگی جیسے گھٹا چھا جاتی ہے۔ سمجھ لو یہ چیز ڈرنے کے قابل ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اللہ کے غضب سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے۔

۸۔ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (پ ۲۴-ع ۱۲)

ترجمہ:۔ کہہ دیجئے کہ مجھ کو منع کر دیا گیا کہ میں ان کو پوجوں جن کو تم پکارتے ہو سوائے اللہ کے، جب میرے پاس میرے رب کی طرف سے کھلی نشانیاں پہنچ چکیں۔ اور مجھ کو حکم ہوا ہے کہ میں جہان کے پروردگار کا تابع رہوں۔

(مطلب) کمالات اور خوبیاں سب وجود و حیات کے تابع ہیں جو حیّ علی الاطلاق ہے۔ وہی عبادت کا مستحق اور تمام کمالات و خوبیوں کا مالک ہوگا۔ کھلے کھلے نشانات دیکھنے کے بعد کیا حق ہے کہ کوئی آدمی خدائے واحد کے سامنے سر عبودیت نہ جھکائے اور خالص اُسی کے تابع فرمان نہ ہو۔

۹۔ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ (پ ۲۵-ع ۳)

ترجمہ:۔ سو تو اُسی طرف بلا، اور قائم رہ جیسا تجھ کو فرما دیا ہے۔ اور اُن کی خواہشوں پر مت چل۔ اور کہہ دے کہ میں ہر کتاب پر یقین لایا جو اللہ نے اتاری اور مجھ کو حکم ہے کہ میں انصاف کروں تمہارے درمیان۔ اللہ ہمارا اور تمہارا رب ہے ہم کو ہمارے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ اور تم کو تمہارے اعمال کا، ہم میں اور تم میں کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ ہم سب کو اکٹھا کرے گا۔ اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(تفسیر) جب دین حق کے متعلق تفریق و اختلاف کے طوفان چاروں طرف سے اُٹھ رہے ہیں۔ تو آپ کا فرض یہ ہے کہ غیر متزلزل عزم (پکے ارادہ) کے ساتھ اُسی دین و آئین کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیں جس کی دعوت آدمؑ و نوحؑ اور ان کے بعد تمام انبیاءؑ دیتے چلے آئے ہیں۔ آپ اپنے پروردگا کے حکم سے ذرا اِدھر اُدھر نہ ہوں۔ قولاً و فعلاً برابر اسی راستہ پر گامزن رہیں جس پر اب تک رہے ہیں۔ مکذبین و معاندین کی خواہشات کی ذرا پروا نہ کریں۔ اور صاف اعلان کر دیں کہ میں اللہ کی نازل کی ہوئی ہر کتاب پر خواہ وہ تورات ہو یا انجیل یا قرآن یا کوئی صحیفہ جو کسی زمانہ میں کسی پیغمبر پر نازل ہوا ہو سچے دل سے یقین رکھتا ہوں۔ میرا کام پہلی صداقتوں کو جھٹلانا نہیں بلکہ سب کو تسلیم کرنا اور باقی رکھنا ہے۔ اور مجھ پر حکم ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں۔ جو اختلافات تم نے ڈالے ہیں ان کا منصفانہ فیصلہ دوں۔ اور تبلیغ احکام و شرائع اور فصل خصومات میں عدل و مساوات کا اصول قائم رکھوں۔ ہر وہ سچائی جو کسی جگہ یا کسی مذہب میں ملے اُسے بے تکلف تسلیم کروں۔ جس طرح تم کو خدا کی بندگی اور فرمانبرداری کی طرف بلاؤں تم سے پہلے میں خود احکام الٰہی کی پوری تعمیل کر کے اس کا کامل فرمانبردار بندہ ہونا ثابت کروں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تمہارا اور ہمارا رب ایک ہی ہے۔ اس لئے ہم سب کو اُسی کی خوشنودی کے لئے کام کرنا چاہئے۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو ہمارا تم سے کچھ تعلق نہیں۔ ہم دعوت و تبلیغ کا فرض ادا کر کے سبکدوش ہو چکے۔ ہم میں سے کوئی دوسرے کے عمل کا ذمہ دار نہیں۔ ہر ایک کا عمل اُس کے ساتھ ہے وہی اس کے آگے آئے گا۔ چاہئے کہ اس کے نتائج برداشت کرنے کے لئے تیار رہے۔ آگے ہم کو تم سے جھگڑنے اور بحث و تکرار کی ضرورت نہیں۔ سب کو خدا کی عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ وہاں جا کر ہر ایک کو پورا پتہ لگ جائیگا۔ کہ وہ دنیا سے کیا کچھ کما کر لایا ہے

(شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ)

اس آیت میں ایک لطیفہ ہے جو قرآن کریم کی صرف ایک اور آیت میں پایا جاتا ہے باقی کسی اور آیت میں نہیں۔ وہ یہ کہ اس میں دس کلمے ہیں جو سب مستقل ہیں۔ الگ الگ ایک ایک کلمہ اپنی ذات پر ایک مستقل حکم ہے۔ یہی بات دوسری آیت یعنی آیت الکرسی میں بھی ہے۔

پس پہلا حکم تو یہ ہوتا ہے کہ وحی تجھ پر نازل کی گئی ہے اور وہی وحی تجھ سے پہلے کے تمام انبیاء پر آتی رہی ہے اور جو شرع تیرے لئے مقرر کی گئی ہے وہی تجھ سے پہلے تمام انبیاء کرام کے لئے بھی مقرر کی گئی تھی۔ تو تمام لوگوں کو اس کی دعوت دے۔ ہر ایک کو اُسی کی طرف بلا اور اسی کے منوانے اور پھیلانے کی کوشش میں لگا رہ۔

۲۔ خدا تعالیٰ کی عبادت و وحدانیت پر تو آپ استقامت کر اور اپنے ماننے والوں سے استقامت کرا۔

۳۔ مشرکین نے جو کچھ اختلافات کر رکھے ہیں جو تکذیب و افترا اُن کا شیوہ ہے اور ان کی جو عادت غیر خدا کی عبادت ہے۔ خبردار تو ہرگز ہرگز ان کی خواہشوں اور ان کی چاہتوں میں نہ آ جانا۔ ان کی ایک بھی نہ ماننا۔

۴۔ علی الاعلان اپنے اس عقیدہ کی تبلیغ کر کہ خدا کی نازل کردہ تمام کتابوں پر میرا ایمان ہے۔ میرا یہ کام نہیں کہ ایک کو مانوں اور دوسرے سے انکار کروں، ایک کو اختیار کروں اور ایک کو چھوڑوں۔

۵۔ میں تم میں وہی کام جاری کرنا چاہتا ہوں جو خدا کی طرف سے میری طرف پہنچائے گئے ہیں اور جو سراسر عدل اور یکسر انصاف پر مبنی ہیں۔

۶۔ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہمارا تمہارا معبود وہی ہے۔ اور وہی سب کا پروردگار ہے، گو کوئی اپنی خوشی سے اس کے سامنے نہ جھکے لیکن دراصل ہر شخص بلکہ ہر چیز اس کے آگے سجدہ میں پڑی ہوئی ہے

۷۔ ہمارے عمل ہمارے ساتھ، تمہارے عمل تمہارے ساتھ، ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں۔

۸۔ ہم تمہارے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں کرتے۔ نہ کوئی بحث مباحثہ۔

۹۔ قیامت کے دن ہم سب کو اللہ جمع کرے گا پھر ہم میں حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ وہی فیصلہ کرنے والا اور علم والا ہے۔

۱۰۔ آخر میں لوٹنا بھی صرف خدا تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔ (تفسیر ابن کثیرؒ)

فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ الخ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ پر ایمان لانے والوں کو اوّلاً دین پر ثابت قدم رہنے کی تاکید فرماتا ہے۔ یہ ایک ایسا جامع کلمہ ہے کہ جس میں عقائد سے لے کر اعمال، معاملات، عبادات اور مکارم اخلاق تک سب آ گئے۔ اور راہ راست سے انحراف نہ کرنا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے لئے فروتنی اور تواضع اختیار کرو۔ تکبر نہ کرو۔ اس سے یہ بھی مراد ہے۔ کہ قرآن اور اسلام کی حدود مقررہ سے تجاوز نہ کرو۔ بے دینوں، ناانصافوں کی دنیا میں شان و شوکت دیکھ کر ان کی طرف دل بھی مائل نہ کرنا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی امت کو نماز کی تاکید فرماتا ہے۔ جو وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ کا ایک فرد کامل ہے۔

پہلا مرتبہ تصحیح عقائد کا تھا دوم اس کی عبادت کا یعنی مال، جان اور روح سے اعضاء سے۔ یہ دوسرا مرتبہ تقویٰ و طہارت کا ہے تیسرا توکل علی اللہ۔ اُس کے سوا ہر چیز سے انقطاع کر کے ہر کاروبار میں اسی پر بھروسہ رکھے۔ اسباب کو اسباب جانے۔ مؤثر حقیقی اور مسبب الاسباب پر نظر رکھے۔ یہ تیسرا مرتبہ معرفت و حقیقت کا ہے۔ پس جب انسان ان تینوں مراتب کو حاصل کر کے کامل بن گیا تو پھر ایک مجمل عبارت میں اس کے لئے دار آخرت میں لذائذ روحانیہ ملنے کی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام سے بے خبر

نہیں ضرور جزا و سزا دے گا۔ (حقانی)

آپؐ اور تمام مسلمان اپنے کام میں لگے رہیں۔ وہ کام یہ ہیں کہ آپ کو جس طرح کا حکم ہوا ہے یعنی راہِ دین پر مستقیم رہیئے اور وہ لوگ بھی مستقیم رہیں جو کفر سے توبہ کر کے آپؐ کی ہمراہی میں ہیں۔ اور دائرۂ دین سے ذرا بھی باہر نہ نکلو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تم سب کے اعمال کو دیکھتا ہے۔ اے مسلمانو! ظالموں کی طرف باعتبار دوستی یا شرکت احوال و اعمال کے مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جائے اور اس وقت خدا کے سوا کوئی رفاقت نہ کرنے والا ہو پھر حمایت تو تمہاری ذرا بھی نہ ہو۔ نیکیوں سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ آپ نماز کی پابندی رکھیئے۔ پس اس سے ہر نیکی کی رغبت ہونی چاہیئے اور ان منکرین کی طرف سے جو معاملات پیش آتے ہیں اُن پر صبر کیجئے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ پس صبر بھی اعلیٰ درجہ کا نیک کام ہے۔ اس کا پورا اجر ملے گا۔ (بیان القرآن)

بقیہ :- نقد و نظر

اور عمر بن عبدالعزیزؒ رہے ہیں۔ اور ہندوستان کے اسلامی دور میں جناب ناصرالدین قباچہ اور اورنگزیب عالمگیرؒ رہے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے بیشمار مسلمان والیانِ سلطنت بھی ہوئے ہیں۔ لیکن تاریخ دان جانتے ہیں۔ کہ کون جمہوریت پسند تھے اور کون جمہور کا خزانہ ذاتی مصارف میں لاتے تھے۔ اسلامی جمہوریت کے اصول نہایت واضح ہیں۔ ان میں اوّلین قربانی و ایثار ہے۔ مسلمانوں کا صحیح حکمران وہی ہے جس میں ذاتی قربانی کا جذبہ بطریق احسن موجود ہو۔

رسالہ کی کتابت و طباعت دونوں عمدہ ہیں۔ شروع میں فاضل مرتب نے نہایت اعلیٰ مقالہ در بارۂ پاکستان قلمبند کیا ہے۔ جس سے رسالہ کی افادیت میں بھی قابلِ قدر اضافہ ہوا ہے۔

نماز قائم کرو نماز اللہ کا سب سے اوّلین فرض ہے

بقیہ :- اداریہ

نہیں دکھاتا۔ بس اللہ کے ہاں سرخرو ہونے اور عروج، سرفرازی اور سربلندی حاصل کرنا چاہتے ہو تو جہاد قیامت تک جاری ہے۔ اس وقت جہاد یہی ہے کہ وہ قرآن کے قوانین رائج کرنے والے صحیح نمائندوں کو اپنا ووٹ دے کر انہیں کامیاب کریں انہی سے قوم ترقی پذیر ہو گی۔ وما توفیقی الا باللہ۔